ربیع الاول ۱۴۴۷ھ / ستمبر ۲۰۲۵ء
SEPTEMBER-2025 Rs. 30/-

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

جشن عید میلاد النبی ﷺ
تہہ دل سے مبارک ہو

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

ولادت مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم

پیغمبر اسلام ﷺ ! بحیثیت قائد

پیغمبر اسلام کی ہجرت ! احوال وکوائف

عید میلاد النبی ﷺ اور جدید رسومات

جشن عید میلاد النبی ﷺ ! شریعت کی روشنی میں

محفل میلاد کا انعقاد آرزوں کی تکمیل کا سبب

پیغمبر اسلام ﷺ ! بحیثیت ماحی کفر وضلالت

احترام انسانیت ! سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اجالا تھا

تاج دار رسالت ﷺ ! نسبت، مسرت اور تقاضے

اخلاق مصطفےٰ ﷺ ! معاشرے میں چراغ اخوت جلانے کا ہنر

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:

"دنیا والو! تمھیں خوش خبری ہو کہ صاحب علامت اور نبی خاتم (ﷺ) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔"

دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوشخبریاں آپ کی قدر ومنزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا، اور عالم ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالم بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں "سراج منیر" (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (ﷺ) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

[مولد النبی ﷺ]

مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، هند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مد ظلہ العالی

منبع علوم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ — Vol. 10

ربیع الاول ۱۴۴۷ھ — ستمبر ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۹ — Issue No. 9

قیمت فی شمارہ	سالانہ	سالانہ	پاکستان، سری لنکا اور	امریکہ اور دیگر ممالک
۳۰ روپیے	۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
قند مکرر	ولادت مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشحات قلم: حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز	۵
☜	جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شریعت کی روشنی میں	رشحات قلم: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز	۱۳
اداریہ	پیغمبر اسلام کی ہجرت! احوال وکوائف	محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی	۱۷
اسلامیات	حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم	مولانا ایوب مصباحی	۲۶
☜	پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت قائد	مولانا اشفاق عالم امجدی	۳۲
☜	محفل میلاد کا انعقاد آرزوں کی تکمیل کا سبب	سوشل میڈیا	۳۳
☜	تاج دار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نسبت، مسرت اور تقاضے	غلام مصطفےٰ رضوی	۳۴
☜	وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اجالا تھا	مولانا محمد رضا مرکزی	۳۷
☜	احترام انسانیت! سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں	حافظ افتخار احمد قادری	۳۸
☜	پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت ماحی کفر وضلالت	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۴۳
☜	اخلاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! معاشرے میں چراغ اخوت جلانے کا ہنر	محمد قمر الزماں رضوی	۴۵
☜	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید رسومات	حافظ تحسین رضا قادری	۴۸
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۵۰
منظومات	پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	قاری نعیم الدین قادری	۵۱
☜	ان کی آمد ہی خوشیوں کی بنیاد ہے	مولانا فرقان فیضی	۵۱
خیر وخبر	طلبائے جامعۃ الرضا کی علمی خدمات	مولانا انس رضا حامی	۵۲

مشمولات

فرمانِ غوث اعظم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:

”دنیا والو! تمہیں خوش خبری ہو کہ صاحبِ علامت اور نبی خاتم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔“

دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوش خبریاں آپ کی قدر ومنزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا، اور عالم ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالمِ بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں ”سراج منیر“ (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

[مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تصنیف لطیف: حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی

ولادت مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری ابن علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور

تعارف مخطوطہ

عربوں میں نثری میلاد ناموں کی ایک روایت اب بھی موجود ہے، ماہ ربیع الاوّل میں یہ میلاد نامے ذوق وشوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں، ان میں حضرت سید جعفر بن حسن حسینی شافعی برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ میلاد نامہ سرفہرست ہے، پیش نظر رسالہ بھی ان ہی میلاد ناموں کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔اس کا ایک مخطوطہ اور ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا ہے۔دستیاب مخطوطہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں قائم کنگ سعود یونیورسٹی کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری میں ۵۶۷۵ / کے تحت موجود ہے، اس کے آغاز میں کتاب کے بارے میں یوں تحریر کیا گیا ہے:مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ تَأْلِيفُ الْجِيلَانِي عَبْدِ الْقَادِرِ بْنُ مُوسَى۔ كُتِبَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ عَشَرَ الْهِجْرِي - مَكْتَبَةُ جَامِعَةِ الْمَلِكُ سَعُودُ قِسْمُ الْمَخْطُوطَاتِ الرقم: ٥٦٧٥-٧١٨٥۔ العُنوَانُ: مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم المُؤلف : الجيلَانِى عَبْدِ الْقَادِرِ بنِ مُوسَى عدد الأوراق :

علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب نے ہی پیش نظر رسالے کا مخطوط نسخہ بھجوایا تھا اور پھر اُنھوں نے ہی اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی نہ صرف حاصل کیا بلکہ فوری طور پر ای میل کے ذریعے مجھے ارسال بھی کر دیا، یہ نسخہ مرکزجیلانی للبُحُوثِ العِلْمِيَّہ استنبول سے ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی الحسنی حفظہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے، اس رسالے کی پیشانی پر تحریر ہے: سِلْسِلَةُ كتُبِ الشَّيْخ السَّيِّد الشَّرِيف عبدِ الْقَادِرِ الجيلاني۔ ہمارے پیش نظر مخطوطہ میں رسالے کا نام "مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم" ہے، جب کہ ڈاکٹر صاحب کے شائع کردہ رسالے کے سرورق پر "البُلبُل الصَّادِی بِمَولِدِ الهَادِی صَلَّى اللهُ عَلیهِ وآلہ وسَلَّم" تحریر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے آیات واحادیث کی تخریج کے ساتھ انتہائی مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے، مگر انھوں نے نہ تو یہ وضاحت فرمائی کہ اُن کے پیش نظر مخطوطہ کہاں سے حاصل کیا گیا اور نہ ہی دیگر مخطوطات سے اس مخطوطے کا تقابل کیا گیا تھا، مگر پھر بھی عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبین غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا ہو گیا، اللہ تعالیٰ انھیں اس عظیم علمی اور روحانی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

راقم الحروف نے اپنی استطاعت کے مطابق عربی متن میں مخطوط اور مطبوع کا مقارنہ کیا، اس دوران حاشیہ میں ترکی سے طبع ہونے والے نسخہ کی نشان دہی (ت) کی گئی ہے، رسالے کی پیرابندی کی گئی ہے اور علامات ترقیم کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، ترجمہ کے دوران کہیں کہیں قوسین میں مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے، امید کی جاتی ہے کہ عرب ممالک میں قیام پذیر اہل محبت اس رسالے کے مزید مخطوطے تلاش کریں گے تاکہ ان مخطوطات کا تقابل کر کے مزید بہتر نسخہ تیار کیا جا سکے۔

نوٹ: اس کے بعد ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب نے مولودنگاری اور عربی ادب میں مخطوطہ کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا ہے جسے رسالہ کی تنگی داماں کے سبب حذف کرنا پڑا۔ فاروقی

اے وہ ذات! جس نے اپنی عظمت کے نقوش اپنے عرش کے پردوں میں ظاہر فرمائے اور اُس نے کتاب زیست کے ہر ورق پر اپنی فردانیت کے نقوش خوب صورت حروف سے ثبت فرمائے اور اُس نے اپنے ارادے اور احکام کے مخالفین کو اپنے قدرت والے (بے مثل) ہاتھوں کی گرفت اور قوت سے کچل کر رکھ دیا۔ تیرے لیے ہی حمد اور مسلسل سرمدی شکر ہے اُس بندے

کی طرف سے جس پر اُس کے رب کی نعمتوں کے بادل خوب برسے اور جسے اُس کے خالق و مالک نے اپنی نعمتوں اور اپنی عطا کے دریاؤں سے مالا مال فرمایا، بندہ (اپنے رب کی حمد وثنا میں) کتنا بھی مبالغہ کرے اُسے اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا اور اپنے رب کی حمد وثنا کرنے والے عاجز بندے کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے حمد کیے ہوئے رب کی حمد وثنا کی حقیقت کو پاسکے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے استحقاق کے بغیر اپنی نعمتوں سے نوازا، اور اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں بندوں سے وعدہ لینے سے قبل اپنے بندۂ خاص پر اُس کے تمام امور میں ایسے لطیف طریقے سے کرم فرمایا کہ بندے کو بھی خبر نہ ہوئی۔

توحید و رسالت کی گواہی

اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو یکتا ہے اور لاشریک ہے، میں (تیری وحدانیت کے حوالے سے) غیب پر ایمان رکھنے والے مؤمن کی طرح گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی جو شک وشبہ سے خالی اور یقین کی بنیادوں پر استوار ہے اور دل سے ہر وہم اور شک کو دور کرنے والی ہے (اس گواہی کے ساتھ ہی) میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے وہ معظم و مکرم بندے ہیں؛ جن کے ذریعے تو نے کائنات کے خزانوں کے بند دروازے کھول دیئے اور تیرے ایسے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کہ تو نے اُن کے طفیل جسے چاہا اُس پر مزید فضل و کرم فرمایا اور اُسے اپنی حفاظت عطا فرمائی، وہ تیرے ایسے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کہ تو نے اُن کو عطا کی گئی قوتوں کے ساتھ ہر اُس شخص کی حفاظت اور مدد فرمائی، جس نے تجھ سے دستگیریوں کا سوال کیا، تمام مخلوقات سے قبل آپ ہی کی عزت افزائی کی گئی اور آپ ہی کو کائنات کی تخلیق بلکہ تخلیقی عمل سے بھی پہلے رسالت کے لیے چنا گیا، آپ وحی سے رہنمائی پانے والے، ازلی راز کے حامل اور غیبی امور کے امین ہیں اور آپ (قیامت کے دن) حمد کا پرچم تھامنے والے، عظمت کا جھنڈا گاڑنے والے، احکامِ قضا وقدر کی گواہی دینے والے ہیں، دنیا میں تعینات کے اولین انوار کا سب سے پہلے مشاہدہ کرنے والے، عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکم اور اپنی رسالت کا اظہار فرمانے والے ہیں۔

آپ عدل کا ترازو، فضل وکرم کی زبان، جود وسخا کو (قلوب واذہان) میں راسخ کرنے والے، حکمتوں کا منبع، نعمتوں کا مرکز، شریعت کے حاکم اور احکامِ شریعت کو نافذ کرنے والے ہیں، کائنات کے حقیقی بادشاہ کی طرف سے اَمر کے مالک ہیں، کامیابی کے متلاشی پرندے کو پَر بخشنے والے ہیں، آپ نے اپنی عزت کی سلطنت اور اپنی سلطنت کی عزت میں منفرد اور نرالی شان حاصل کی تو دیگر (دنیوی) ممالک کے بادشاہ آپ کے جلال کی ہیبت کے سامنے جھک گئے، (دنیوی) ممالک کے حکام نے دل کی گہرائیوں سے آپ کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہوئے آپ کی اطاعت اختیار کی، بلاغت کے پرندوں نے آپ کی جلوہ گاہ کا طواف کیا، علوم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت سے تقویت پائی، آپ نے اپنے غلبہ کی تلوار سے ہر اُس شخص کا سر قلم فرمادیا، جس نے آپ کی مخالفت کی اور جس نے آپ سے دُشمنی رکھی، دنیا میں آپ کی ہدایت اور آپ کی ملت کے انوار سے انسیت پیدا کرنے والے ہی آخرت میں قرب کے مقام پر فائز ہوں گے۔

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ہمارے سارے حواس آپ کے جمالِ جہاں آرا کے اَسیر ہیں اور زبانیں تو (اللہ تعالیٰ کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کو پکارنے کی رَوادار ہی نہیں ہیں اور کان (کلام الٰہی کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کا کلام سننے کے معاملے میں بہرے ہیں اور آنکھوں کو آپ کے جمالِ جہاں آرا کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا اور آپ سے ہی روایت سچی ہے ورنہ راوی جھوٹا ہے، آپ ہی کی طرف سفر وسیلۂ ظفر ہے، ورنہ سواریاں تیار ہی نہیں کی جاتیں اور اگر آپ نہ ہوتے تو ملکوت اعلیٰ میں: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ (۱) کی نوبت ہی نہ بجائی جاتی اور نہ ہی عالم بالا میں: وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (۲) کی روشنیاں پھیلتیں۔ آسمانوں میں: فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ (۳) کے پرچم لہرائے گئے تو آپ رب کے لیے سجدہ ریز ہوگئے، رنگ ونور کی

دنیا میں: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی ۔ (۴) کے جلوے جگمگائے اور دست قدرت نے آدم علیہ السلام کو کُن کی کان سے اس شان کے ساتھ ظہور بخشا کہ آپ اپنی عظمت کی چٹائی پر (شانِ عجز و نیاز کے ساتھ) تشریف فرما عزت کا تاج پہنے ہوئے تھے۔ ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والوں نے آپ کی طرف شدید حیرت سے دیکھا، عالم بالا کے خیمہ نشیں فرشتوں نے آپ کی طرف تعجب کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ فرشتوں کے لیے آپ کی صورت کی تحریر میں موجود رموز کے معانی منکشف نہ ہوئے۔ وہ آپ کی (بے مثل) بشریت کے پردے میں چھپے ہوئے حقائق کے اشارات نہ سمجھ سکے، اُن کی فصاحت آپ کی ذات میں پنہاں راز کے خزانے کو سمجھنے (اور تعبیر کرنے) سے قاصر تھی، یوں تقدیر نے فرشتوں پر: نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ (۵) کے اپنے ہی دعوے کو ان ہی کے اعتراف: لَا عِلۡمَ لَنَاۤ۔ (٦) کے ذریعے پلٹ دیا، تب انہیں قدیم کی بارگاہ سے عزت کی زبان نے پکار کر کہا:

اے نور کے محلات والو! یہ ازلی ارادے کی سیاہی سے انسانی دنیا کی لوح تخلیق پر ٹپکنے والا پہلا قطرہ اور پہلا نقطہ ہے اور ربانی قضاوقدر کی کمان سے وجودی فضا کی طرف احدی ارادے کی قوت سے پھینکا جانے والا پہلا تیر ہے، بشری لشکروں کے آگے چلنے والی پہلی صورتوں کا پہلا ظہور ہے، آپ انبیا کے روحانی باپ اور اصفیا کا عنصر ہیں۔ آپ انشاء (تخلیق) کے حروف کی شکل ہیں، کتابِ ہستی کے کلمات کے نقطوں سے عبارت ہیں، کائنات اگر دھڑ ہے تو آپ اُس کی آنکھ کی پتلی ہیں، آپ (معراج کی شب) صلصالی عنصر (بشریت) (٧) سے بلندیوں (نورانیت کے اعلیٰ مقامات) کی طرف ترقی کا سفر طے کرتے گئے، فخر اور تکبر کے الاؤ سے مزید دور ہوتے گئے: حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۔ (٨) کے ہاتھ نے آپ کا دامن تھام لیا اور: سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۔ (٩) کی انگلیوں نے آپ کے عزت والے دامن پر گرفت مضبوط کی، تقدیر نے کہا: انہیں چھوڑ دو ان کا بلندیوں کی طرف پرواز کرنا ہمارے انتخاب کے پر سے ہے، آپ کا ناز، ہماری نشانیوں کے اضافے کے ساتھ ہے، معزز وہی ہے؛ جسے ہم نے چن لیا ہو، اور مکرم وہی ہے؛ جسے ہم نے عزت کے لیے منتخب کر لیا ہو۔

نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوم

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپ کا نور ملکوتی نشانیوں اور غیبی اشارات والا تھا، قبل ازیں آپ کرم کی خصوصیات سے آراستہ ہوئے، حتیٰ کہ یہ امر آپ کے عدم سے وجود کی طرف تشریف آوری کا سبب بنا، مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے خیمۂ ہستی کے ستون قائم ہوئے اور آپ کی عظمت کے طفیل علوی (سماوی) اور سفلی (زمینی) کائنات ایک لڑی میں پروئی گئی۔ آپ کتابِ حکومت کے کلمہ کا راز ہیں، فعلِ خلق کے حروف کا معنی ہیں، نئی چیزوں کی تخلیق کے کاتب کا قلم ہیں، چشمِ جہان کی پتلی ہیں، نبوت کے ہار کا سب سے قیمتی موتی ہیں، تاجِ رسالت کا تابندہ ہیرا ہیں، گروہِ انبیا کے قائد ہیں، رسولوں کے لشکر کا ہراول دَستہ ہیں، مقربین کے امام ہیں، آپ حسب و نسب کے اعتبار سے اولیٰ ہیں، کیوں کہ آپ اہلِ زمین کے سب سے عظیم روحانی باپ ہیں، نیز موجودات کی ایجاد میں قابلِ فخر اصل ہیں، آپ کا نور؛ حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوا اور اُن سے اس دنیا میں بہترین ذریت کی طرف بڑھا، یہ نور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب (اور پھر آپ کے والدین کریمین) تک طیب پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی برکت سے یہ نسب ہر طرح کی کثافت اور قباحت سے پاک رہا، آپ کا نسب دنیا اور آخرت والوں کی عزت و کرامت کا باعث ہے۔

اعلانِ نبوت

آپ کو ڈھال اور خود (حفاظت الٰہیہ) کے ساتھ عظیم فرشتے (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے (لوگوں کی طرف) بھیجا گیا، آپ نے لوگوں کو اللہ کی طرف علیٰ وجہ البصیرت بلایا۔ (١٠) دنیا کے چھوٹے بڑے نے آپ کی اطاعت قبول کی، آپ کے دعوت و تبلیغ کی طرف متوجہ ہوتے ہی (آپ کی سچائی کی) نشانیاں ظاہر ہوئیں، آپ کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی چھپے ہوئے معجزات ظاہر ہوئے، آپ فصحائے عرب کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی فصاحت کے بل بوتے پر انھیں اُن کی زبانوں کی

بلاغت بھلا دی، آپ کے اشارے کی عظمت کے سامنے فصحائے عرب کے معارف کی عقلیں سجدہ ریز ہو گئیں، آپ فصحائے عرب کے انکار اور اُن کی ہٹ دھرمیوں کے ہجوم میں نرالی شان و شوکت سے ظاہر ہوئے، آپ نے تمام فصحا کو: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ۔ (۱۱) کے ذریعے قرآن کی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔ آپ کے جوامع الکلم کے سامنے فراستوں کے سورج گہنا گئے، فصحائے عرب کے افکار کے چمکتے دمکتے چاند آپ کے حکمت بھرے کلمات کے سامنے ماند پڑ گئے۔

سفرِ معراج

اللہ رب العالمین کی طرف سے جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کو براق پر سوار کیا تا کہ وہ (اللہ کے حکم سے) آپ کو ازلی جلال کے جمال کا مشاہدہ کروائیں اور ابدی عزت کا نظارہ کروائیں، چنانچہ آپ ساتوں آسمانوں کو چیرتے چلے گئے، تب رات اپنے خیموں کو پھیلائے ہوئے اور انھیں آفاق میں سجائے ہوئے تھی، وہ وقت (آپ کے سفرِ معراج کی برکت سے) گلشن کی مسحور کن خوشبو سے بھی زیادہ معطر اور سپیدۂ سحر سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہو گیا۔ آپ کے لیے معراج کی رات اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔ (۱۲) کے ہاتھوں بساطِ کائنات کو لپیٹ دیا گیا۔ ''انھیں عزت و احترام سے لاؤ تا کہ میں انہیں اپنا قرب عطا کروں۔'' یہ حکم صادر ہوتے ہی فضاؤں کی وسعتیں سمٹ گئیں، آپ کے سامنے آسمانی امور لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ (۱۳) کی خوب صورت پوشاکوں کی صورت میں ظاہر کیے گئے، آپ کے سامنے کونین کے سربستہ راز بے نقاب کیے گئے، آپ کو دارین کے امور اور جن و انس کے علوم پر مطلع کیا گیا، آپ کو یہ سب کچھ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ (۱۴) کی مجلس میں عطا کیا گیا، جب آپ افقِ اعلیٰ میں تھے۔ (۱۵) تو رسولوں کے سردار آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے آئے، رسولوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آسمانوں کے دروازوں پر آپ کی تشریف آوری کا انتظار کریں، فرشتوں کے سردار آپ کی سواری کے سامنے (سرمستی اور سرشاری کے ساتھ) خادمانہ حیثیت سے اپنے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ کی طرف دوڑتے تھے، اُن کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ سے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آپ سے ہم کلامی کا سوال کیا تھا اور التجا کی تھی کہ اُن کی مشتاق آنکھوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ذریعے ٹھنڈک اور اُن کے قلوب و اذہان کو آپ سے ہم کلامی کے ساتھ شاد کامی بخشی جائے، پس ان فرشتوں کے علوم کی انتہا اور عقول کا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ آپ کے روئے روشن کی تابانیوں اور آپ کے لہجے کی حلاوت میں ڈوب گیا۔

جوں ہی آپ کے مبارک چہرے سے پھوٹتی نور کی کرنیں آسمان کے دروازوں سے ٹکرائیں تو سراپا نور فرشتوں کی آنکھیں اُن نوری کرنوں کے جلال سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اُن کرنوں کے جمال سے ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں، عالمِ بالا کے خیمہ نشینوں کی گردنیں چہرۂ والضحیٰ سے نکلتی نوری کرنوں کی ہیبت سے جھکتی چلی گئیں، نوری محلات کے رہنے والے بچھتے چلے گئے اور روحانی کروبیوں کی آنکھیں آپ کی عظمت کا عروج دیکھ کر حیرت سے پھیلتی چلی گئیں اور مقرب فرشتے صف بستہ کھڑے ہو گئے، حضائر القدس تسبیح کرنے والوں کی تسبیح سے گونج اُٹھے، وجد سے سرشار لوگوں کے اَنفاس سے پاکیزگی کے جہان جھوم اُٹھے، عرش اور کرسی آپ کی زیارت کی بدولت وجد میں تھے، آپ کی آمد کی خوشی میں جنت کے باغات سج گئے تھے، سماوی دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے دُھوم مچ گئی تھی اور عالمِ بالا اس نعمت کی وجہ سے اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا، آسمانوں کے دروازے چمک اُٹھے اور سماوات روشنی سے بھر گئے۔

نبی مختار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چشم مبارک کے لیے سربستہ راز کھول دیے گئے تھے اور صاحبِ انوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پردے ہٹا دیے گئے تھے، روح الامین (خادم کی حیثیت سے) آپ کے آگے تھے، وہ آپ کو لے کر وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ (۱۶) کے دائرے تک پہنچے اور پھر آپ سے یوں عرض گزار ہوئے: اے کونین کے حبیب! آپ اپنی منفرد شان کے ساتھ اپنے رب کی ملاقات کے لیے تیار ہو جائیں۔ جبریل امین نے آپ کو نور کے ہالے میں چھوڑا اور خود پیچھے ہٹ گئے، ایڑیاں اُٹھا کر آگے دیکھنے

والا اپنی حد کے پاس رُک جاتا ہے، پس انبیا حرمت والے حرم کی حدود میں خدمت سرانجام دینے کے ارادے سے ایستادہ تھے، جب کہ ملائکہ جلال کی بلندیوں میں تعظیم کے قدموں پر کھڑے تھے، اور عشاق کی اَرواح اشواق کے مقامات پر اس شوق میں جھومتی رہیں کہ آپ کی واپسی پر آپ کی زیارت سے شادکام ہوسکیں، آپ کا سفر ایک ایسی جگہ تمام ہوا؛ جہاں لوحِ اعظم کے صفحات پر وحی کے قلم کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مقام دَنَا فَتَدَلّٰی ۔ (١٧) کی طرف اشواق کے پروں سے پرواز کی، آپ کو سراپا کرم میزبان نے قَابَ قَوْسَيْنِ۔ (١٨) کے گلشن میں ٹھہرایا اور آپ کے لیے قرب یا اُس سے بھی زیادہ قرب کی چادریں بچھائی گئیں۔ (١٩) آپ نے رب کریم جل جلالہ کی طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کی صدائے دل نواز سماعت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کی طرف سے سلام کو دل و جان سے قبول فرمایا، پھر آپ نے اپنے انقباض کو انبساط میں اور انسانی اندیشوں کو انسیت میں تبدیل کیا، نیز آپ نے، فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔ (٢٠) کی عطاؤں کو دامن میں سمیٹا، پھر آپ پر، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ (٢١) کے نظاروں کو عیاں کیا گیا، آپ نے سلام کا جواب دینا چاہا تو تقدیر نے آپ کے کلام سے پہلے آپ کا دہن مبارک کھولا اور اُس میں علم ازلی کے سمندر میں سے ایک قطرہ ٹپکا دیا، اس ایک قطرے کی بدولت آپ کو اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا، تب آپ کے عظیم اخلاق اور وسیع جود و کرم کی زبان نے کہا: ”یہ بارگاہ سراپا کرم نعمتوں کا مرکز اور رحمت کا سرچشمہ ہے، نیز فضل و کرم کی جگہ ہے، فتوت (سخاوت و مروت) کی بساط اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے، وفا اور دلبری کی کتاب میں احباب کے ساتھ مواسات میں تردد کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔“

لہٰذا آپ نے (اپنی امت پر) اپنی فطری رحمت کے ساتھ شفقت فرمائی، آپ نے اپنی نیکی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے احباب کی تعریف فرمائی اور انھیں اپنے مرتبہ و مقام کی بزرگی میں سے کچھ حصہ عطا فرمایا، آپ نے اپنے احباب کو وہاں یاد رکھا جہاں ذاکر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، آپ اپنے منفرد مرتبہ و مقام کے باوجود اپنے احباب کو رب سے مناجات کے وقت نہیں بھولے، آپ رب کریم کے سلام کے جواب میں یوں گویا ہوئے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔“

اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ عمل پسند آیا تو اُس نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا: اے سرداروں کے پیشوا! اے عزت والوں کے امام! مخلوق میں جلالت آپ ہی کے لیے ہے، (پیدائش میں) سب سے پہلے بھی اور (بعثت میں) سب سے بعد بھی آپ ہی ہیں، ظاہری اور باطنی طور پر بندوں میں اعزازات آپ ہی کو زیبا ہیں، مروت اور وفا کو آپ ہی پر ناز ہے، فتوت اور پاکیزگی آپ ہی پر بجتی ہے، کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ (٢٢) کیا ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتارا جس نے آپ کی مبارک پشت کو بوجھل کر رکھا تھا؟ کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند نہ کیا؟ کیا ہم نے ازل میں آپ کو تمام انبیا و مرسلین پر شرف عطا نہ فرمایا؟ کیا ہم نے آپ کو سرخ و سیاہ کی طرف نہ بھیجا؟ کیا ہم نے آپ کو اعلیٰ علیین میں عزت و کرامت کے لیے منتخب نہ کیا؟ کیا ہم نے عیسیٰ کو آپ کی بشارت دینے والا نہ بنایا؟ انھوں نے کہا تھا: ”میں اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔“ (٢٣) وہ کہتے تھے: رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ (٢٤) اے میرے رب میرے سینے کو وسعت عطا فرما۔“

جب کہ آپ سے کہا جاتا ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ (٢٥) کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کیا؟“ وہ کہتے تھے: رَبِّ اَرِنِيْ۔ (٢٦) اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا۔“ اور آپ سے کہا جاتا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ۔ (٢٧) کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہ دیکھا؟“ آپ دنیا میں اپنی اُمت پر گواہ ہیں اور آخرت میں وہی ہوگا جو آپ چاہیں گے، اگر آپ اپنی شریعت کے تمہیدی مرحلے سے فارغ ہوں تو دُعا میں محنت کریں اور اپنی اُمت کے معاملے میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ (٢٨)

اے کائنات کے سردار! آپ کو معراج کی رات ایک نورانی سواری رفرف آسمانوں پر لائی، قَابَ قَوْسَیْنِ۔ (۲۹) آپ کی مقدس وادی ہے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ (۳۰) کے کلمات آپ کے لیے ایک ایسی بلبل کی مانند ہیں جو کانوں میں پسندیدہ نغموں کے ذریعے رس گھولتی ہے، ان کلمات کے ذریعے آپ کو وہ منزل عطا ہوئی؛ جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی تھی، یہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (۳۱) (دیدارِ الٰہی) کی منزل ہے، آپ انبیا کے دیوان میں (بعثت کے اعتبار سے) لکھا جانے والا آخری حرف ہیں، آپ، تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا- (۳۲) کے منشور میں لکھی جانے والی آخری سطر ہیں، آپ کا باطنی جمال افق اعلیٰ (۳۳) میں ظاہر تھا، آپ کے جمال کی پوشاکوں میں سے ایک لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ (۳۴) جیسی خلعت فاخرہ تھی، آپ کے طفیل کائنات کی مانگ کے لیے ایسا تاج بنایا گیا جو اپنی مثال خود آپ تھا (وہ سب کچھ دیگر انبیا کے لیے نیا تھا) جو اُنھوں نے اُس عظمت والی رات میں دیکھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی، قبل ازیں کسی نبی نے قَابَ قَوْسَیْنِ۔ (۳۵) (قربِ الٰہی) کے گلشن کے جھونکوں میں سے ایک جھونکا بھی نہ پایا اور نہ ہی اُن میں سے کسی ایک کو بھی السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ کہا گیا تھا، کبھی اَوْ اَدْنٰی کے (۳۶) حجاب کے پاس رک گئے، فقط دَنَا فَتَدَلّٰی۔ (۳۷) کی شان والے ہمارے آقا و مولا ﷺ آگے بڑھے اور آپ کے لیے کائنات کے سربستہ راز لَقَدْ رَاٰی۔ (۳۸) کی خلعتوں کی صورت میں اجاگر کیے گئے، آپ نے ان حقائق کی طرف محویت سے نہیں بلکہ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ۔ (۳۹) کے ادب سے آراستہ ہو کر دیکھا، آپ کو ارشاد ہوا: اے خاتم الرسل! آپ کائنات کے جسم کی روح ہیں، آپ گلشن حیات کا پھول ہیں، آپ دارین کا چشمۂ حیات ہیں، آپ ہی کے لیے وحی کے سلسلے منظم کیے گئے، آپ ہی کے مشام جان پر لطف و کرم کی قدیم ہواؤں کے جھونکے چلے، آپ ہی کے لیے تقدیر نے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ (۴۰) کا پرچم گاڑا۔

ملکوت اعلیٰ کی فضائیں آپ کی نعت کی خوشبو سے معطر ہوئیں، شریعت کا چراغ آپ کو عطا کیے گئے علوم کے نور سے روشن ہوا، آپ کے روشن کلمات کی تابانیوں سے حکمتوں کے آسمان چمک اُٹھے تمام انبیا (معراج کی رات) آپ کی عظمت کا نظارہ کرتے ہوئے آپ کے پیچھے کھڑے تھے، تقدیر کے منادی نے پکار کر کہا:

''اے کائنات کی سب سے بڑی سعادت (حاصل کرنے) والو! اور مخلوق پر حجت (قائم کرنے) والو! یہ (محبوب آج) بلندیوں کی معراج پر ہے، یہ روشنیوں میں سورج ہیں، آپ نبوت کے تاج کا گوہر تابدار ہیں۔''

تب محبت اور محبوب کے درمیان براہِ راست مکالمات ہوئے قرب کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز محبوب نے اپنے رب سے کہا:

''تیری نعمت کے دائرے میں رہنے والا تیری عصمت کے حصار سے شاد کام ہے، تیرے عہد کی آغوش میں پرورش پانے والا تیرے کرم کی گود میں ہے، تیرے لطف وعنایت کی غذا پانے والا تیری مسلسل نعمتوں کی برسات سے دنگ رہ گیا ہے، اُس کی زبان فرطِ تعجب سے گنگ ہے، اُس کی آنکھ تیری لگاتار نعمتوں کے نظارے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہے، تو اُس کی زبان سے گرہ کھول دے، اور اُس کے بیان سے پردے ہٹادے اور اُس کے دل کی قوتوں کو مزید حوصلہ عطا فرمادے۔''

تب آپ کو آپ کے عزت وعظمت اور عظیم عطا والے رب نے یوں جواب دیا:

''ہم نے آپ سے جلال کے پردے ہٹادیئے اور آپ پر کمال کی صفات واضح کردیں تاکہ آپ وہ کچھ دیکھ سکیں جو کبریائی کی چادر کے پیچھے ہے اور اس اَمر کا نظارہ کریں جو عظمت سے بلند تر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہم نے آپ کے قلبِ اطہر کو حکمت و دانش کا گھر بنادیا اور آپ کی زبان کو فصاحت سے آراستہ کردیا، آپ کے عنصر کو بلاغت کا سرچشمہ بنادیا، جب آپ آسمانی سیر کے سفر سے واپسی اختیار کریں تو میرے بندوں کو خبر دیں کہ میں بہت بخشنے والا ہوں اور

نہایت رحم کرنے والا ہوں۔(۴۱)اور میری مخلوق کو یہ خبر بھی پہنچادیں: میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اوراُس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔''(۴۲)

رب کریم کے اس فرمان کے بعد رسول کریم (علیہ الصلاۃ والتسلیم) نے اپنی مبارک زبان سے یہ کلمات حمد وثنا ارشاد فرمائے: جیسے تو نے خود اپنی ثنا ذکر فرمائی ہے میں اُس طرح تیری حمد وثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا۔(۴۳) پھر آپ اس حال میں واپس ہوئے کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔(۴۴) کا چاند آپ کی دونوں چشمانِ مبارک کے سامنے تھا، فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔(۴۵) کی بشارت آپ کے کانوں اور قلب اطہر میں رس گھول رہی تھی، آپ کی محبت سے سرشار فرشتوں کے سردار آپ کے نقوشِ پا پر اپنی پیشانیاں رکھ رہے تھے، جب کہ جبریل امین آپ کے سامنے (نیاز مندی سے) آپ کے ناز کے پردے اُٹھائے ہوئے تھے، حضرت آدم علیہ السلام آپ کی عظمت کے پرچم اُٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی محبوبیت کے جھنڈے لگا رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو رب العزت کی بارگاہ کی طرف (نمازوں میں کمی کے لیے) بار بار لوٹا رہے تھے تاکہ (رب کریم کے مشاہدے سے شادکام ہونے والی آپ کی آنکھوں کو) بار بار دیکھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ زمین والوں کے درمیان آسمان پر قاب قوسین کے مرتبے پر فائز ہونے والی ہستی کی عزت وتکریم کا چرچا کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے (رب کریم کی طرف سے) ایک منادی اعلان کررہا تھا: یہ ہمارا انعام ہے۔(۴۶) اور وہ عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ۔(۴۷) کے نغمے بکھیر رہا تھا۔

آپ کی عظمت کا تاج مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔(۴۸) ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ۔(۴۹) آپ کی پوشاک کا حسن وجمال ہے، آپ کو عزت وعظمت بخشنے والے رب نے کائنات کے سارے طبقات میں آپ کی تکریم کے لیے یہ اعلان فرمادیا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔(۵۰) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر، اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب اور ذات مبارک کی طہارت

آپ کا نسب شریف سارے انساب سے پاکیزہ تر ہے، آپ بہترین اصل سے ہیں، آپ انتہائی پاکیزہ عنصر سے ہیں، بہت ہی فضیلت والی طاہر اصل سے ہیں، احساب میں آپ کا حسب سب سے زیادہ باعزت ہے، انتہائی پاکیزہ طبیعت والے ہیں، بنونجار کے عزت والے (ننھیالی) گھرانے سے ہیں اور کامل ترین اور ظاہر عزت والے ہیں، کبھی کبھار اصل (ماں باپ) اپنی فرع (اولاد) کے سبب عزت پاتے ہیں اور کبھی قدیم مال نئے مال پر فخر کرتا ہے (یعنی انبیائے سابقین بعد میں آنے والے رحمت عالم پر فخر کرتے تھے) یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ کی عزت وعظمت آبا واجداد کے لیے بھی عزت کا سبب بنی اور اولاد کے لیے بھی اور آپ کی برکت زندوں اور انتقال کرجانے والوں کو بھی حاصل ہوئی، آپ پر پہلے والوں نے بھی فخر کیا اور بعد والوں نے بھی، آپ کی وجہ سے درمیان والے اور کنارے والے (قریبی) بھی شرف یاب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب واضح دلائل والا اور آپ کا گھرانہ معزز ترین گھرانہ اور آپ کی آل انتہائی معزز ومکرم آل ہے، اہل بیت کے لیے آپ کی نسبت کے طفیل عزت ووقار ثابت ہے۔

زمین میں آپ کا اسم گرامی (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آسمان میں (سیدنا) احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) محبوب ترین اسما میں سے ہے، آپ خاتم النبیین اور تمام رسولوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اُس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت والے اور سب لوگوں سے بڑھ کر قدر و منزلت والے ہیں، قارئین کرام! بارگاہِ رسالت مآب میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیجیے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت عجائبات کا ظہور

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ماہِ رجب میں جمعہ کی شب میں

اُمید سے ہوئیں، آپ کی وجہ سے والدہ محترمہ کو نہ بوجھل پن محسوس ہوا، نہ آپ پر تھکاوٹ طاری ہوئی، ان ایام میں عجائب کا ظہور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منفرد شان کی بہترین دلیل ہے، آپ کے لیے جنتوں کو آراستہ کیا گیا اور کائنات نے آپ کی آمد کی خوشی منائی، آپ کی آمد پر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے گئے، شیطان کی ذلیل شرمندگی سے دوچار ہوئی، بتوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گر گئے، تاریکیوں کو روشنی ملی، افلاک روشن ہوئے اور فرشتوں نے تسبیح کے ساتھ دھوم مچا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا:

''دنیا والو! تمہیں خوش خبری ہو کہ صاحبِ علامت اور نبی خاتم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔''

دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوش خبریاں آپ کی قدرومنزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آ گیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا اور عالمِ ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالمِ بالا سے یہ اعلان کیا گیا: اے زمین والو! اُس ہستی کے اُجالوں سے روشنی لے لو جنھیں ''سراج منیر'' (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شرابِ طہور پی لو، کیوں کہ تم امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ تھا اور دوسری طرف آپ کی ولادت کے وقت فرشتے آپ کے استقبال کے لیے صف بستہ تھے اور انبیا کی روحیں آپ کے جمالِ جہاں آرا کے جلوے سمیٹنے کے لیے حاضر تھیں، اس زمینی سورج کے طلوع ہونے پر آسمانی سورج چھپ گیا، مدنی چاند کے طلوع ہوتے ہی سماوی ستارے احتراماً ڈوب گئے، شہابی ستارے مکی آفتاب کے طلوع ہوتے ہی بجھ گئے، ساری روشنیاں محمدی نور کے سامنے ماند پڑ گئیں، آپ کی عظمت آپ کے حسن و جمال کی کرسی پر ظاہر کی گئی اور آپ اس دنیا میں تشریف لائے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

◆◆◆

ص ۴۴ رکا بقیہ ....

عرض کیا کہ ہم خود بت کو نہیں گرائیں گے، البتہ ان کے گرانے کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب تمہارے ساتھ کسی کو بھیجوں گا جو یہ کام انجام دے گا۔ اس وفد کے روانہ ہونے کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ان کے پیچھے ایک وفد روانہ فرمایا، جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب بھی شامل تھے۔

ان لوگوں نے ''لات'' کو منہدم کرنا شروع کیا تو قبیلۂ ثقیف کی عورتیں ننگے سر گھروں سے باہر نکل آئیں، آہ و بکا کرنے لگیں اور اشعار پڑھتے ہوئے واویلا کرنے لگیں، جب حضرت مغیرہ بن شعبہ کلہاڑی سے بت پر ضرب لگاتے تو حضرت ابوسفیان کہتے جاتے: واها لك واها لك! یعنی افسوس! افسوس! ہائے لات! آہ لات۔ [سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۲۷]

اس سے ان کا مقصد بت کا تمسخر اڑانا اور ان عورتوں کی نقل اتارنا تھا جو اس موقع پر رو پیٹ رہی تھیں۔ ابن سعد اپنی ''طبقات'' میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اس طرح ثقیف کے تمام افراد کے دلوں میں اسلام داخل ہو گیا اور میں نے عرب میں کوئی ایسا قبیلہ یا کسی باپ کی اولاد ایسی نہیں دیکھی جن کا اسلام اتنا مضبوط، عقیدہ اتنا خالص اور پاک ہو جتنا قبیلۂ ثقیف کا تھا۔ [طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۸۷، بحوالہ فقہ السیرۃ ص ۶۰۲-۶۰۵، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور]

خلاصۂ کلام: قرآن مجید، احادیثِ کریمہ، آثار و روایات سے یہ امر بالیقین ثابت ہے کہ حضور پُرنور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے ''ماحی'' یعنی کفر و شرک کو مٹانے والا، بشیر و نذیر اور ہادی و منجی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور توحید کی روشنی کو چہار سو پھیلا دیا۔

◆◆◆

از رشحات قلم: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شریعت کی روشنی میں

میرا آج کا یہ موضوع قدرے تطویل طلب ہے، لیکن! میں اس موضوع کے دو اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے پر ہی اکتفا کروں گا، پہلا جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی حیثیت؛ دوسرا جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم شریعت کی روشنی میں۔

ہم کو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ باشندگانِ مکہ اگلے زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر دہراتے اور بنی ہاشم کے محلہ میں واقع اُس گھر کا طواف کرتے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تھی، جیسے بے کسی خاص اہتمام کے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مبارک پیدائش کا ذکر فرمایا، یوں ہی یہ کرتے رہے، اُس وقت تک خاص اہتمام کا لحاظ نہ تھا، ان حضرات کی توجہ تمام تر جہاد کی طرف تھی، اُس وقت تک انہیں کوئی موقع بھی ایسا نہ ملا تھا، الاھم فالاھم۔ پر وہ عامل تھے۔

ملاحظہ ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مقدس کس قدر اہم تھی، مگر اُس سے زیادہ اہم فیصلہ جانشینی کا تھا، جب اُس سے فارغ ہوئے تو تدفین فرمائی۔ پہلے اس طرح جماعت سے تراویح کا معمول نہ تھا، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ اچھی بات اُن کے عمل میں آئی، جس کی تعریف حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائی کہ فرمایا: نعمت البدعة هذه أو كما قال رضى الله تعالىٰ عنه ثم عنا۔

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، ہر امر کے لیے ایک ساعت ہے، کل امر مرھون بوقتہ کوئی اچھی بات یہ کہہ کر رد نہیں کی جاسکتی کہ یہ اچھی ہوتی تو ہم سے اچھوں نے کیوں نہ کی، یہ اچھی ہوتی تو ان اچھوں نے اس اچھے عہد میں کی ہوتی، کسی نو پیدا بری بات بد امر کو بد بتلانے پر کسی عاقل کے نزدیک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ برا ہوتا تو ان اچھوں نے اسے برا کہا ہوتا۔ بتاؤ قرآن وحدیث میں اس خاص کو کہاں بُرا کہا ہے۔ اُن حضرات نے تو اس برائی کے روکنے کو کوئی بھی اہتمام نہ کیا۔ اس کے رد کا خاص اہتمام اچھا ہوتا تو وہ کرتے۔ انہوں نے نہیں کیا تو اب یہ اہتمام خاص بدعت ہے۔

خلفائے راشدین کے دور کے بعد محمد بیرونی کے دور میں، مروانی عہد میں، پھر اور معتصم؛ بنی امیہ کے زمانے میں، حجاج بن یوسف کے زمانۂ حکومت میں، بنو قرامطہ کے دور میں؛ ادھر توجہ نہ ہوئی، یوں ہی مشہور ماہر بھی ایسے ماحول سے گزرتے رہے، ادھر توجہ نہ کرسکے، پھر جب فاطمیین مصر میں داخل ہوئے تو انہوں نے چار جشن خاص اہتمام سے منائے:

(۱) جشن عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
(۲) جشن میلاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
(۳) جشن میلاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔
(۴) جشن میلاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

فاطمی اپنے عہد حکومت میں چاروں جشن خوب دھوم دھام سے مناتے رہے، اس میں لوگوں نے گانا بجانا بھی کرلیا، جب فاطمیوں کے خلیفہ مستکفی باللہ کا زمانہ آیا تو اُس کی فوج کا سپہ سالار، خلیفہ کا وزیر اوّل بدر الجمالی نے یہ جشن منانا ممنوع قرار دیا، لیکن عوام تاہم اپنے گھروں میں خفیہ طور سے جشن مناتے رہے، خلیفہ کو جب یہ خبر ملی کہ اُس کے وزیر نے اُس کے آباواجداد کا جشن منانا ممنوع قرار دیا ہے، تو اُس نے اس حکم کی مخالفت کی اور پھر سے جشن منانے کا حکم صادر کیا۔

بدر الجمالی کے بعد آنے والے وزیر کے زمانے میں جشن پھر منایا جانے لگا، فاطمیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا زمانہ آیا، اس بادشاہ نے بھی بدر الجمالی کی طرح ممنوع قرار دیا، ان لوگوں کا ممنوع قرار دینا اُن ناجائز امور

کے سبب تھا، اس لیے نہیں کہ معاذ اللہ وہ اسے بدعت سیئہ سمجھتے تھے، دیکھیے سلطان کی ممانعت تھی، مگر ان کے امیر ''اربل'' جشن مذکور بڑی شان وشوکت سے مناتے تھے، انہوں نے اس جشن کو جو اہتمام بخشا اُس کی نظیر ان سے پہلے تاریخ میں کہیں نہیں ملتی، اس لیے اکثر تاریخ دانوں کا یہ کہنا ہے کہ امیر اربل ہی وہ پہلا شخص ہے، جس نے اس جشن کو بے نظیر زینت بخشی۔

سنا جاتا ہے کہ جب ابن دحیہ نامی ایک مشہور عالم کا گزر اس جشن کی طرف سے ہوا، تو انہوں نے نہ صرف اس جشن کو جائز قرار دیا، بلکہ اس کے بارے میں ایک جلیل القدر کتاب بھی لکھی، جس کا نام انہوں نے ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' رکھا، اس کتاب پر امیر مذکور نے اُن کو ہزار دینار انعام بھی دیئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا زمانہ گیا اور ممالیک (غلام بادشاہوں) کا زمانہ آیا، اس عہد میں بھی لوگ جشن دھوم دھام سے مناتے رہے، اس عہد کے جن بادشاہوں نے جشن کو امتیازی شان بخشی، ان میں قاتیبائی نامی بادشاہ کا نام سرفہرست ہے، چنانچہ اُس نے محض اسی غرض سے ایک بڑا پنڈال بنوایا، جس کا نام اُس نے ''سرادق اشرفی''، یعنی ''اشرفی پنڈال'' رکھا، اس پنڈال پر چھتیس ہزار دینار لاگت آئی۔ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ سے لے کر ۱۲/ربیع الاوّل تک یہاں بڑی چہل پہل رہتی تھی، علما، امرا اور ہر جگہ کے لوگ یہاں جمع ہوتے تھے اور ایک بے نظیر جشن کا منظر ہوتا تھا۔

سلطان غوری بھی اپنے عہد حکومت میں سلطان اشرف قاتیبائی کی روش پر چلتا رہا، آخر کار سلطان غوری مغلوب ہوا اور سلطان سلیم مصر کا بادشاہ ٹھہرا، اس بادشاہ نے اپنے زمانہ میں مذکورہ بالا پنڈال کو بیچ دیا، لیکن اس کے باوجود سلطان سلیم جشن بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا۔ [1]

غرضیکہ اسی طرح حکومتیں بدلتی رہیں، مگر جشن بے روک ٹوک منایا جاتا رہا، حتیٰ کہ فرانسیسی بادشاہ نپولین کے زمانہ میں بھی! یہاں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ بعض حکومتوں نے جشن میں ایک اچھا طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ جشن کے روز شراب پینا ممنوع قرار دیا۔ حالاں کہ شہر قاہرہ غیر مسلم اجنبیوں سے بھرا ہوا تھا، اسی طرح بعض دوسری حکومتوں نے ایک دوسرا اچھا طریقہ اختیار کیا، وہ یہ کہ علما و واعظین مقرر کیے گئے، جو عوام کو مسجدوں اور مختلف جگہوں پر دین کی باتیں سکھاتے اور اُن کو سنت و بدعت کا فرق بتاتے اور جن سنتوں سے عوام ناواقف ہوتے؛ اُن سے اُن کو آشنا کرتے تھے۔

یہاں تک تو یہ معلوم ہوا کہ جشن کی ابتدا کیسے ہوئی اور کس طرح ہر زمانے کے لوگ جشن مناتے رہے، اب رہا شریعت کا حکم تو علمائے اہل سنت اس کو جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں۔

چنان چہ علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' لکھی، جس میں انہوں نے کہا کہ: اس جشن کی اصل دین میں ہے، چنان چہ ایک روایت میں ہے کہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے، جب آپ نے ان لوگوں سے اس روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اسی دن خدا نے اپنے نبی کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی، لہٰذا ہم اُن کے نجات پانے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم زیادہ حق دار ہیں کہ یہ خوشی منائیں۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔

علامہ سیوطی نے فرمایا کہ: جب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے تو سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔

علامہ شاطبی نے اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں فرمایا کہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیئہ۔ آپ نے دونوں قسموں کا فرق بیان کیا اور تاج الدین فاکہانی کی دلیلوں کا رَد کیا۔ تفصیل کے لیے ''الاعتصام'' دیکھیے۔

علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں سیر حاصل بحث کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ جشن میں اگر لوگوں کو شعاراتِ دینیہ کی تعلیم دی جائے اور خدا کا شکر ادا کیا جائے تو اُس کے جائز و مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر اس کے برعکس محرمات کا مظاہرہ کیا جائے تو اُن محرمات پر اشتمال کی وجہ سے ناجائز ہونے

[1] قولہ: مناتا تھا... الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان سلیم نے اس پنڈال کو اپنے حریف کی یادگار ہونے کی وجہ سے تڑوا دیا اور جشن سے اس کو کچھ مخالفت نہ تھی، لہٰذا تناقض نہ رہا۔

میں کوئی کلام نہیں۔ امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں فرمایا کہ: ہر وہ فعل[۱] جو سنت کے مخالف ہو یا شریعت کے کسی حکم کے اُٹھ جانے کا باعث ہو وہ بدعت سیئہ ہے، اس کے برعکس جو فعل نہ کسی سنت کے مخالف ہو اور نہ کسی شرعی حکم کے اُٹھ جانے کا باعث ہو وہ فعل بدعت سیئہ نہیں ہو سکتا وہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔

خود صحابہ و تابعین نے بہت سی بدعتیں نکالیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت مستمرہ کے بارے میں فرمایا: نعمت البدعة هٰذه۔ (یہ اچھی بدعت ہے) حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں باجماعت مستمرہ تراویح نہ پڑھی گئی، آج کل لوگ میزوں پر کھاتے ہیں اور کھانے میں چمچوں وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں یہ سب بدعت ہے، مگر علما نے اس کے باوجود ان چیزوں کا استعمال ناجائز قرار نہ دیا: ما راہ المسلمون حسنا فهو عندالله حسن۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کامل کی شرط اوّل ہے؛ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا، ان کی یاد سے دل کا معمور ہونا، عظمت کے ساتھ اُن کا ذکر کرنا، تقویٰ اور ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس قدر بھی تعظیم کریں پھر بھی ہم حق رسالت مآب کی ادائیگی سے عاجز ہیں۔

بہرحال انسانیت کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو قربانیاں پیش کیں اور جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف ہم مسلمانوں بلکہ بلاتفریق مذہب وملت ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرے اور ہر شخص سے زیادہ آپ کی تعظیم کرے۔

اظہارِ محبت کے باب میں مجھے مسلم حضرات سے یہ عرض کرنا ہے کہ: ہم کو چاہیے کہ ہم وارفتگی شوق میں شریعت کی حدوں سے باہر نہ نکل جائیں، جب ہم اظہارِ محبت کریں تو یہ ضروری ہے کہ ہم کو شریعت مطہرہ کا ادب ملحوظ ہو۔ ہر عمل کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں؛ پہلا ظاہری دوسرا باطنی۔ باطنی پہلو یہ ہے کہ کسی کام کے انجام دینے کے وقت ہماری نیت اچھی ہو۔ لیکن اگر عمل شریعت کے مخالف ہو تو محض حسن نیت کافی نہیں، بلکہ حسن نیت کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ عمل شریعت کے موافق ہو۔ اسی طرح اگر عمل شریعت کے موافق ہو اور حسن نیت نہ ہو، تو حسن نیت کا فقدان عملی یہ ہے کہ ایسا عمل شرفِ قبول سے محروم رہتا ہے۔

جشن عید میلاد النبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کا ایک اچھا طریقہ ہے، ہمارا آج کا موضوع بھی یہی ہے، یہاں میں ایک بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ان جشنوں کی ممانعت جس نے کی؛ ناجائز امور کی بنا پر کی، وہابیہ کی طرح مطلق ممانعت اور اُسے شرک وبدعت سمجھ کر نہیں کی، انہیں ان جشنوں کو روکنا نہ تھا؛ بلکہ ان ناجائز امور کو روکنا تھا جو ان میں کیے جا رہے تھے۔ اُن کی ممانعت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ پاک طریقہ سے بھی اس امر مستحب کو نہ کریں، بلکہ اُن کا مطلب اُس طریقہ نامرضیہ کا چھڑانا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اگر اس جشن میں عوام کو اسلام کی اہمیت بتائی جائے، اُن کو احکام شریعت سے آشنا کیا جائے تا کہ وہ شریعت کو مشعلِ راہ بنا سکیں اور اللہ ورسول کی خوش نودی حاصل کر سکیں، تو یہ جشن نہ صرف جائز بلکہ مندوب ومرغوب؛ شرع کا مطلوب اور بہت خوب ہے۔

ہمارا آج کا موضوع جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، چوں کہ اس موضوع میں حکم شریعت کا بیان مقصود ہے؛ لہٰذا میں اسی

---

[۱] اگر ہر بدعت سیئہ ہو تو سب سے پہلے صحابہ و تابعین بدعتی ٹھہریں گے، اس لیے کہ ان حضرات نے بھی بہت سے ایسے کام کئے جو رسول کے زمانہ میں نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمر جن کی دین داری اور عدل وانصاف شہرۂ آفاق ہیں؛ اُن کو بھی بدعتی کہنا پڑے گا۔ اس لیے کہ آپ نے تراویح کی جماعت مستمرہ قائم فرما کر اس کے بارے میں فرمایا: نعمت البدعة هٰذه -یہ اچھی بدعت ہے۔'' حالاں کہ تراویح باجماعت مستمرہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھی۔

ہم قارئین حضرات کی توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا جملہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اگر عقل سے کام لیا جائے تو حضرت رضی اللہ عنہ کی اس بات ہی سے بدعت کی تقسیم کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ رفاعہ رافع طہطاوی نے اپنی کتاب ''نهاية الايجاز في سيرة ساكن الحجاز'' میں فرمایا کہ بدعت کی کئی قسمیں ہیں۔ کبھی تو بدعت واجب کے درجہ میں ہوتی ہے۔ کبھی مندوب ومباح ہوتی ہے اور کبھی مکروہ وحرام۔ انہوں نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ عید میلاد منانا بدعت حسنہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہے، خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، میری نظر میں یہی صواب ہے، واللہ اعلم اھ، کلام الاستاذ محمد البنا، ۱۲ منہ۔

پر بس کروں گا، اس لیے کہ یہ مسئلہ مزید غور و تامل کا طلب گار نہیں، جیسا کہ مجھے اپنے مطالعہ سے واضح ہوا ہے۔

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے حضرت علی اور موسیٰ نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منایا اور حضور نے اُس پر کچھ نہ فرمایا۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خود عقیقہ کیا؛ حالاں کہ آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے بھی آپ کا عقیقہ کیا تھا، گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام اپنی مبارک پیدائش ور سالت پر اظہارِ شکر کے لیے انجام دیا، امام جزری نے روایت کی کہ ابولہب کو جب خواب میں دیکھا گیا تو اس کا حال دریافت کیا گیا، اُس نے جواب دیا کہ میں جہنم میں ہوں، مگر ہر پیر کے دن عذاب کم کر دیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ میری باندی ثویبہ نے جب مجھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی خوش خبری دی تھی تو اُسے میں نے فرطِ مسرت میں آزاد کر دیا تھا۔

امام جزری جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جشن پر قیاس کرتے ہیں اور اُس کو مستحب بتاتے ہیں، آپ کے نزدیک مولد نبوی شریف ''بدعت حسنہ'' ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر امر بدعت سیئہ نہیں ہوتا۔ علامہ عز بن عبد السلام نے بھی بدعت پر پانچ احکام جاری کیے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہوتی اور مولد نبوی شریف کا شمار بدعت حسنہ میں ہے، بہر حال اس جشن کے منانے میں کوئی قباحت نہیں۔ شریعت کا پورا پورا لحاظ کیا جائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے جانے پر خدا کا شکر ادا کیا جائے، عوام کو مسائل شرعیہ سے آشنا کیا جائے۔ ان کو نیک اعمال کی ترغیب دی جائے۔ محرمات سے بچنے کو کہا جائے۔ خدائے پاک سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔ ہمارے دلوں میں حق کی محبت رکھے؛ ہمیں اجتناب باطل کی توفیق دے۔ ہمارے دلوں کو ایمان کی روشنی سے جگمگاتا رکھے، آمین بجاہ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

برملا یقین سے کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی آپ کے پیدا ہونے سے پہلے بھی منائی جاتی تھی، چنان چہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

''وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (قرآنِ حکیم، سورۃ الصّف، آیت نمبر ۶) یعنی اے رسول یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں اور تم کو آنے والے رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جن کا اسم گرامی احمد ہے۔''

حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضور کی پیدائش کی خوش خبری دینا اس لیے تھا کہ لوگوں کو حضور کی ذات گرامی کی اہمیت معلوم ہو اور وہ آپ کی ولادت باسعادت کی قدر جانیں؛ ورنہ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی خوش خبری دینے کے کیا معنیٰ؟

خادم کہتا ہے کہ یہ جشن مبارک اُس دل کا تقاضا ہے جو ہر وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد سے معمور رہتا ہے اور ایک عاشق اپنے دل کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے مجبور ہے، یہ سب جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایمانِ کامل کی شرطِ اوّل ہے۔ اس جشن کا مقصد صرف اتنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار شریعت کی حدود میں ہو، لہٰذا اس جشن کے مستحسن ہونے میں کچھ شک نہیں۔

میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ کلمہ ''جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے مراد کیا ہے؟ اور اس جشن منانے کا کیا مقصد ہے؟ اگر یہ مقصد ہے کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو احکام شریعت سے آشنا کیا جائے، اُن کی توجہ دین کی طرف مبذول کرائی جائے، اُن کو یہ بتایا جائے کہ بتقضائے محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا فرض ہے کہ وہ اس دین کی حمایت کریں ورنہ محض دعویٰ محبت کافی نہ ہو گا، ہر مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر صاحب انصاف و بقیہ ص ۴۹ پر

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

پیغمبر اسلام کی ہجرت! احوال وکوائف

تاریخِ اسلام میں ہجرتِ رسول اایک انقلاب آفریں موڑ ہے؛ جس کے بعد اسلام شاہراہِ ترقی پر گام زَن ہوگیا اور یکے بعد دیگرے فتوحاتِ اسلامیہ کا وہ سلسلۂ زرّیں شروع ہوا جسے دیکھ کر اقوامِ عالم کی آنکھیں خیرہ ہوکر رہ گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے قیصر وکسریٰ جیسی ناقابلِ تسخیر تصور کی جانے والی سلطنتوں پر اسلامی پرچم اپنی سرمدی شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

ہجرتِ رسول اسے جہاں ہمیں اسلام کی خاطر پیہم مصیبتوں کا بار برداشت کرنے کا درس ملتا ہے، وہیں حضور اسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مثالی عشق کا سبق بھی ملتا ہے، جس نے کسی موڑ پر انھیں رسول اکے لیے اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے منحرف نہ ہونے دیا اور نا ہی جادۂ عشق سے سرمو بھٹکنے دیا۔

آج ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ہر گوشہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر ہر کردار ہمارے ذہن وفکر کے نہاں خانوں میں رچا بسا ہوتا کہ اس پرفتن دور میں بھی اس کی پرنور شعاؤں کے سہارے ہم اپنا دین، دُنیا دونوں کامیاب وکامران بنا سکیں۔

شمع اسلام اور ماہتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنیں مکہ کی پہاڑیوں سے نکل کر مدینہ کے افق تک پہنچ گئی تھیں، مدینہ میں بھی ایک بڑی جماعت اسلام کی آغوش میں آچکی تھی، لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام کے تعلق سے اہل مکہ کی جفا کاری وشرکشی کا اب بھی وہی حال تھا، رؤسائے مکہ جو اسلام کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ تھے، اب تلک ضلالت وگمراہی کو گلے لگائے ہوئے تھے بلکہ اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر ان کا جنون عداوت اور بھی زیادہ جوش مارنے لگا تھا، جس کا غبار انھوں نے غریب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم وستم کر کے نکالنا شروع کر دیا تھا۔

ہجرت کا عزم اور انصار کا عہد وپیمان

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض منصبی صرف چند انسانوں کو خالق کائنات کی معرفت عطا کرنا نہ تھا بلکہ سارے جہان کو اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے جھکانا اور خانۂ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کرنا تھا اور یہ اہم فریضہ اب مکہ میں رہ کر پورا کرنا ممکن نظر نہیں آرہا تھا، اعلان نبوت کو اب تیرہ سال ہو چکے تھے، اس تیرہ سال کی جانکاہ محنت اور نوع بنوع اذیتوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی اب تک صرف چند اہل مکہ مسلمان ہوئے تھے، اس لیے دین فطرت کو اب مزید آزادی اور وسعت کے ساتھ پھیلانے کے لیے کسی پرامن مقام کی شدید ضرورت تھی۔

راحت کی بات یہ تھی کہ اوس وخزرج کے قبول اسلام کے سبب مدینہ میں اسلام کی ایک پشت پناہ جماعت پیدا ہو چکی تھی جو اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام اور پیغمبر اسلام پر نثار کرنے کو ہمہ وقت تیار تھی، اس لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا تبلیغی مرکز مکہ سے مدینہ منتقل کر دینے کا عزم مصمم فرمالیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اگرچہ اب تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن پیارے بھتیجے کی محبت ان دل میں موج زن تھی، چنانچہ انھوں نے ان بہتّر انصاریوں سے جنھوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا، فرمایا: اے گروہ خزرج!

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے خاندان میں معزز ومحترم ہیں، اب تک تو ہم ان کے دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، اب وہ تمہارے یہاں جانا چاہتے ہیں، اگر تم لوگ مرتے دم تک ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کرتے ہو تو بہتر ہے ورنہ ابھی صاف صاف جواب دے دو! پھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اہل خزرج! تم لوگ اس امر پر بیعت کرو کہ اپنے اہل وعیال کی طرح ہی میری اور اسلام کی حفاظت کرو گے، یہ سن کر براء بن معرور انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا، آپ نے ان سے بیعت لی، براء نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے پشت ہا پشت سے جنگ وجدال میں پرورش پائی ہے، ابھی انھوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ابوالہیثم انصاری ان کی بات کاٹتے ہوئے بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں اور یہود میں جو تعلقات ہیں، اس بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے، ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو، اس وقت آپ ہم کو چھوڑ دیں اور اپنے وطن لوٹ آئیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: نہیں! تمہارا خون میرا خون ہے، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ (سیرت ابن ہشام، ج ١ ص ٢٤٢)

اس اہم گفتگو کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت انصار میں سے ١٢ نقیب مقرر فرما کر ان سے بیعت لی، اس موقع پر اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر اپنی جماعت سے کہا: بھائیو! خبر ہے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ بیعت عرب وعجم اور جن وانس کے ساتھ اعلان جنگ ہے، اس پر سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ہاں! ہم اسی پر بیعت کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام، ج ١ ص ٢٤٤)

صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ

سبھی ضروری امور پر تبادلۂ خیال کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت مدینہ کی عام اجازت عطا فرمادی، اس طرح ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، قریش کو خبر ہوئی تو انھوں نے روک ٹوک شروع کردی لیکن رفتہ رفتہ اکثر صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر گئے، صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور وہ صحابہ کرام جو ناداری کی وجہ سے مدینہ جانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، مکہ میں باقی رہ گئے، حضور نے ان کے لئے بھی راہ ہموار فرمادی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش

مدینہ پہنچ کر جب مسلمانوں کو امن وسکون کی سانس نصیب ہوئی تو ان کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی، جسے روک پانا اب مشرکین مکہ کے بس کی بات نہ تھی، وہ جوق در جوق مسلمان ہونے والوں کی خبر سن کر پیچ وتاب کھاتے مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تشریف رکھتے تھے، اس لیے مشرکین نے اپنی ناکامی سے زچ ہو کر معاذ اللہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا قصہ تمام کردینے کا عزم کر لیا، چنانچہ عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، ابوجہل، امیہ بن خلف اور حکیم بن حزام وغیرہ جیسے رؤسائے قریش نے قصی بن کلاب کے گھر جو ان کا ''دارالندوہ'' تھا، ایک خفیہ میٹنگ رکھی، ابن دحیہ کے بقول اس میٹنگ میں قریب ١٠٠ لوگوں نے شرکت کی، جس میں شیطان بھی ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں ٹیڑھی لاٹھی لئے ہوئے شامل ہوا، کوئی اسے پہچان نہ پایا، پوچھا: آپ کون بزرگ ہیں؟ بولا: میں نجد کا ایک بوڑھا، تمہاری میٹنگ کے بارے میں سنا تو آ گیا، امید ہے کہ تم سب میری رائے اور خلوص سے محروم نہ رہو گے، اگر میرا یہاں بیٹھنا پسند نہ کرو تو میں نہ بیٹھوں؟ اہل قریش نے کہا کہ یہ شخص نجد کا ہے، یہ ہمارا کیا بگاڑ لے گا، بیٹھنے دو، پھر یہ لوگ باہم گفت وشنید کرنے لگے، کسی نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہر بدر کر دو تو کسی نے ایک تنگ کوٹھری میں آپ کو قید کر دینے کا مشورہ دیا، لیکن بوڑھے نجدی نے ان دونوں مشوروں کو سختی کے ساتھ رد کر دیا، سرخیل اعدا ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ کیوں نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کا کام تمام کر دیا جائے تا کہ یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، اس کے لئے ہر قبیلہ کا ایک تندرست، صبر آزما اور بہادر نوجوان لیا جائے اور سب مل کر ہر چہار جانب سے یک بارگی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حملہ آور ہوں، یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کر کے دم لیں۔

اس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خون میں تمام قبائل شامل ہو جائیں گے اور بنو ہاشم سب سے تو جنگ کر نہیں پائیں گے، چار و ناچار

دیت پر راضی ہوجائیں گے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے، شیخ نجدی اس رائے پر خوش ہوکر بولا: رائے تو اس نوجوان نے دی، میری نظر میں تمہارے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا مشورہ نہیں، چنانچہ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور رات کو کاشانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محاصرہ کرکے آپ کو قتل کردینے کا پختہ ارادہ کے ساتھ مجلس برخاست کی۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اُدھر بحکم رب ذوالجلال حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کفار کے ارادۂ فاسدہ سے پیغمبر اسلام کو آگاہ کیا اور عرض کی: یارسول اللہ! آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں، اللہ نے اپنے محبوب کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمادی ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت و دیانت ضرب المثل تھی اس لئے اہل مکہ اپنی قیمتی اشیا بے خوف وخطر آپ کے پاس بطور امانت رکھ دیا کرتے تھے، اس وقت بھی اہل مکہ کی کچھ امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں، چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ امانتیں ان کے سپرد کیں اور فرمایا: میں آج مدینہ روانہ ہورہا ہوں، تم بستر اقدس پر میری چادر اوڑھ کر سوجاؤ، ہرگز تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا، صبح ساری امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر مدینہ پہنچ جاؤ۔

سفر ہجرت کا آغاز یکم ربیع الاوّل کو ہوا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، دست اقدس میں مٹھی بھر خاک لی اور کافروں پر ڈالتے ہوئے سورۂ یٰسٓ کی یہ آیتیں پڑھتے جاتے:

’’وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ (۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۳) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۴) تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ (۵) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (۶) لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۷) اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۸) وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ (۹) حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو، عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا، تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کردیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منھ اُٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انھیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انھیں کچھ نہیں سوجھتا۔‘‘ (سورۂ یٰسٓ، آیت ۲-۹ / ترجمہ کنزالایمان)

جس کا اثر یہ ہوا کہ کافروں کی آنکھیں پیغمبر اسلام کو دیکھنے سے قاصر رہیں اور آپ بلا کسی مزاحمت کے آسانی کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر گئے اور انھیں خبر تک نہ ہوئی، محاصرہ کئے ہوئے کفار مکہ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ یوں رقم طراز ہیں:

’’مشرکین نے رات یوں کاٹی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بستر اقدس پر سوئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوکسی کرتے رہے اور انھیں گمان یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہیں۔ اسی حال میں ان کے پاس کوئی جو اُن کے ساتھ نہ تھا، آن کر بولا: یہاں کیا انتظار کررہے ہو؟ وہ بولے: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کی راہ دیکھتے ہیں، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں نا امید کیا، خدا کی قسم! وہ تو تمہارے سامنے سے گئے اور تم میں کسی کو نہ چھوڑا جس کے سر پر خاک نہ ڈالی ہو۔‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: جس کو اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنکری مل گئی وہ جنگ بدر میں حالت کفر میں مارا گیا۔‘‘ [ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص ۷-۸]

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کاشانۂ اقدس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے، جہاں سواری وغیرہ سفر کا

ضروری سامان تیار تھا، سرکار اپنے صدیق اور عبداللہ بن اریقط کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک غیر معروف راستہ اختیار کر کے سفر کرتے ہوئے مکہ سے تین میل دور ''غارِ ثور'' میں قیام فرمایا، مسلسل تین شبانہ روز اسی غار میں مقیم رہے، اس دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ہر روز مکہ کے حالات اور سرگرمیوں کا جائزہ لیتے اور شام کو آکر اس کی اطلاع دیتے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے پیچھے پیچھے بکریوں کو چراتے ہوئے لاتے تاکہ نشان قدم مٹ جائیں، وہ رات میں وہیں قیام کرتے تاکہ سرکار اور آپ کے صدیق کو تازہ دودھ مل سکے، اس دوران حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزانہ اشیائے خورد ونوش پہنچایا کرتی تھیں، جس دن سرکار مدینہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے، اس دن حضرت اسما جلد بازی میں اشیائے خورد ونوش باندھ کر لٹکانے والی رسّی بھول گئیں، مجبوراً اپنے نطاق (کمربند) کا ایک حصہ پھاڑ کر اس سے زادِ سفر باندھ کر لٹکایا، اسی وجہ سے وہ ''ذات النطاقین'' کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

پیغمبر اسلام غارِ ثور سے چوتھے دن یعنی پیر کو مدینہ کے لئے روانہ ہوئے، عبداللہ بن اریقط جن کو سرکار نے راستے کے لئے اجرت پر رکھا تھا، ایک اونٹنی پر سرکار سوا ہوئے، ایک اونٹ پر حضرت صدیق اکبر اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے، ایک پر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے، اس طرح یہ چار نفری قافلہ ایک غیر معروف راستہ سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال جو تقریباً چھ ہزار درہم تھا ہمراہ لے لیا، مسلسل سفر طے کرتے رہے، دوسرے دن ظہر کے وقت ایک میدان میں کچھ دیر کے لئے قیام کیا۔

پیغمبر اسلام کا تعاقب اور مشرکین کی ناکامی

ادھر مکہ میں جب محاصرہ کرنے والوں نے دیکھا تو پیغمبر اسلام ﷺ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر پایا، حضرت علی ابھی کمسن تھے، اس لیے انھیں معمولی تنبیہ کے بعد چھوڑ دیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تلاش میں چاروں طرف نکل پڑے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے کچھ کفار ''غارِ ثور'' کے دہانہ تک بھی پہنچ گئے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت ابوبکر گھبرا گئے، سرکار نے دلاسہ دیا، گھبراؤ نہیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے، دراصل غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا جو غار میں کسی کے جانے کی نفی کے لئے کافی تھا، اس لئے کفار مطمئن ہو کر مکہ کی طرف لوٹ گئے، اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

> ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار میں جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اس پر ببول کا پیڑ اُگا دیا جس نے لوگوں کی نظروں سے غار کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر بھیجے جو وہاں پر آکے ٹھہر گئے اور روایات میں آیا ہے کہ ان دونوں نے وہاں انڈے دیئے اور کہتے ہیں کہ حرمِ مکہ کے سب کبوتر ان ہی دو کبوتروں کی نسل ہیں اور مکڑی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے بالائی حصہ پر جالا بُن دیا اور قریش کے جوان اپنے ہتھیار لیے پہنچے اور ان میں سے کچھ وہاں غار میں دیکھنے لگے، تو انھیں دو کبوتر ہی دکھائی دیئے، تو انھیں علم ہو گیا کہ غار میں کوئی نہیں ہے اور کسی نے کہا کہ: اس غار میں گھس جاؤ، تو اُمیہ بن خلف لعنۃ اللہ علیہ بولا: اس غار میں تمہارا کیا دھرا ہے؟ اس میں تو ایک مکڑی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہے۔
>
> بخاری ومسلم رحمۃ اللہ علیہما، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے غار سے مشرکین مکہ کے پیر دیکھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! ان میں کا کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر کرے تو ہم کو ضرور دیکھ لے گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ابوبکر تم ان کی بابت کیا گمان کرتے ہو جن کا تیسرا اللہ ہے۔
>
> یعنی مطلب یہ کہ گھبراؤ مت، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے، ایک دوسری روایت میں یوں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا: اے اللہ! ان کی آنکھیں اندھی کردے تو ان کی آنکھیں غار میں داخل ہونے سے اندھی ہو گئیں۔''

[ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۰-۱۱]

کفار مکہ نے پورے شہر میں یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام میں سو اونٹ دیئے جائیں گے، اس انعام کے حصول کے لئے بہت سے لوگ پیغمبر اسلام کی تلاش میں نکل پڑے، جن میں ایک شخص ''سراقہ ابن جشم'' بروایت دیگر سراقہ بن مالک'' بھی تھا، جس میدان میں سرکار قیام پذیر تھے تعاقب کرتے ہوئے وہ اس کے قریب پہنچ گیا، لیکن اس کے گھوڑے نے پیہم کئی ٹھوکریں کھائیں اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، سراقہ کو پیغمبر اسلام کی صداقت کا ادراک ہونے لگا، اس نے سرکار کی گرفتاری کا خیال خام دل سے نکالا اور بارگاہ اقدس میں امان کا خواستگار ہوا، بارگاہ رسالت مآب سے اسے امان کا پروانہ مل گیا، سراقہ نے وہیں سے مکہ کی راہ لی اور راستے میں جو بھی اس خمار میں مبتلا نظر آیا اسے واپس کر دیا۔

دوران سفر ایک دن ام معبد خزاعیہ کے گھر مہمان ہوئے، ان کا معمول تھا کہ جو بھی مہمان آتا اس کی خوب خاطر مدارت کرتیں، لیکن اس سال قحط سالی تھی اور اس وقت گھر میں کچھ بھی کھانے پینے کو موجود نہ تھا، پیغمبر اسلام کی نظر ان کی بکری پر پڑی جو نہایت لاغر اور اس قدر کمزور تھی کہ دیگر بکریوں کے ساتھ چرنے کی بھی سکت نہ تھی، حضور نے دریافت فرمایا: کیا یہ بکری دودھ دیتی ہے، ام معبد بولیں: اے معزز مہمان! یہ دودھ دینے کے قابل کہاں؟ حضور نے فرمایا: کیا تم اسے دوہنے کی اجازت دیتی ہو؟ عرض کی: جی! سرکار نے برتن طلب کیا، اس کے تھن پر بسم اللہ پڑھ کر دست اقدس پھیرا تو بکری دودھاری ہوگئی، حضور نے اسے دوہا اور لوگوں کو پلایا، یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے، پھر حضور نے نوش فرمایا۔

شام کو جب ام معبد کے شوہر نے گھر میں دودھ دیکھا تو انھیں تعجب ہوا! بولے: اے ام معبد! یہ کیا ہے؟ اور یہ تمہیں کہاں سے ملا؟ وہ بولیں: خدا کی قسم! ایک مبارک شخص ہمارے گھر آیا اسی کا یہ کرشمہ ہے، ان کے شوہر بولے: اے ام معبد! اس شخص کا حلیہ بیان کرو، وہ بولیں: میں نے ایک حسین، خوبرو اور چمک دار چہرے والا، خوش اخلاق، نہ اس میں لاغری کا عیب، نہ کوتاہی سر کا نقص، جمیل وخوبرو، ان کی آنکھیں خوب سیاہ، سرگیں بھنویں دراز وباریک ملی ہوئیں، پلکوں کے بال گھنے، گردن درازی وبلندی لیے ہوئے، ریش مبارک معتدل اور گھنی، لہجہ نرم مٹھاس لیے ہوئے، جب بولیں تو اپنے ہم نشینوں پر بلند ہوں، چہرہ نمایاں پر رونق ورعب دار، کلام فیصل نہ قلیل کہ مخل ہو؛ نہ کثیر کہ اُکتا دے، نہ دراز قد کہ دیکھنے والا انھیں برا جانے، نہ پستہ قد کہ کوئی ان سے نظر پھیر لے، لوگوں کے مخدوم، جاں نثاروں کے جمگھٹ والے، نہ تیور چڑھائے ہوئے۔

تو وہ بولے خدا کی قسم! یہ تو قریش کے نبی تھے، اگر میں انھیں دیکھتا تو ان کے پیچھے چل دیتا۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں ایک اور ایمان افروز واقعہ بڑے ہی دل نشین انداز میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں حضرت ہند بنت الجون سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان کی خالہ ام معبد کے خیمے میں مہمان ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے پانی طلب فرمایا اور دست اقدس دھوئے، دہن اقدس میں پانی لے کر جھڑ بیری کے پیڑ جو خیمے کی جانب میں تھا میں کلی فرمادی، تو صبح کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پیڑ بہت بڑا ہو گیا اور بڑا پھل لایا جس میں ''کُسم'' کی رنگت اور عنبر کی خوشبو اور شہد کا ذائقہ تھا، جو بھوکا اسے کھاتا سیر ہوجاتا اور جو پیاسا کھاتا سیراب ہوجاتا اور جو مریض کھاتا اچھا ہوجاتا اور جو اونٹ یا بکری اس کے پتے کھاتے ان کا دودھ چھلکنے لگتا، تو ہم نے اس کا نام ''مبارکہ'' (یعنی برکت والا پیڑ) رکھا، دیہات سے لوگ اس سے شفا لینے کو آتے اور اس کے پھل، پتے ہم راہ لے جاتے، پھر ہم نے ایک دن صبح

کو دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے چھوٹے ہو گئے تو ہم گھبرائے تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر وفات ہی نے چونکا دیا، پھر تیس (۳۰) برس بعد اوپر سے نیچے تک ایک خار دار درخت ہو گیا اور اس کے پھل بالکل جھڑ گئے اور تازگی رُخصت ہو گئی، تو ہمیں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، پھر اس میں پھل نہ آئے اور ہم اس کی پتیوں سے سود مند ہوتے تھے، پھر ایک صبح کو کیا دیکھا کہ اس کے تنے سے گاڑھا خون جاری ہے اور پتیاں مرجھا گئی ہیں تو ابھی ہم وحشت زدہ ورنجیدہ ہی تھے کہ ہمیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر ملی اور وہ پیڑ اس واقعہ کے بعد خشک ہو کر ختم ہو گیا۔'' [ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۴]

چار نفری پیغمبر اسلام کا قافلہ مکہ کے ساحلی علاقے کی طرف بڑھا اور عسفان وامج سے گزرتا ہوا قدید پہنچا پھر عرج ہوتا ہوا مقام قبا میں داخل ہوا، قبا مدینہ سے چند میل دور واقع ایک مقام ہے جہاں کچھ انصاری خاندان آباد تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ / ربیع الاوّل کو مقام قبا پہنچے اور وہاں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا، پیغمبر اسلام نے آپ کے دولت کدے پر چند دن قیام فرمایا، اسی دوران مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''مسجد قبا'' کی تعمیر فرمائی، جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا:

''لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ: بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔'' [سورۂ توبہ، آیت ۱۰۸]

پیغمبر اسلام نے قبیلۂ بنو سالم میں پہلا جمعہ ادا فرمایا، یہ مدینہ میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا، قبا میں آپ کی آمد کی خبر سن کر جوق در جوق انصاری اسلام کے لیے حاضر ہونے لگے۔ (بخاری شریف، ج ۱/ ص ۵۲۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے وہ ''یوم میلاد'' یعنی پیر کا ہی دن تھا۔

اہل مدینہ کا انتظار

جس دن اہل مدینہ نے یہ خوشخبری سنی تھی کہ محسن انسانیت، محبوب رب العالمین، وجہ وجود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں، اسی دن سے مدینہ منورہ کے مرد وزن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں اپنے دیدہ ودل فرشِ راہ کئے آپ کے اِستقبال کے لیے مدینہ سے چند میل دور قبا کے مقام پر جمع ہو جاتے اور محبوب رب کائنات کی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ آجاتی، پھر بھی وہ اس سے بچنے کے لئے کہیں پناہ نہ لیتے، پھر شام کو بادل نخواستہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے، ایک دن روزانہ کی طرح انتظار کی شدت برداشت کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو واپس ہو ہی رہے تھے کہ ایک یہودی جو کسی بلند مقام پر تھا پیغمبر اسلام اور ان کے اصحاب کو تشریف لاتے دیکھا تو مارے جوش کے خود کو روک نہ پایا اور باآواز بلند سے پکار اٹھا؛ اے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیبہ اور تمہارا مدعا! پھر بنو قیلہ اور اوس وخزرج سرکار کی طرف خوشی سے دوڑ پڑے۔

اس وقت اہل مدینہ کی مسرت وشادمانی قابل دید تھی، ہر فرد فرطِ مسرت میں جھوم رہا تھا، اس سے قبل اہل مدینہ میں ایسی مسرت وشادمانی کبھی نہیں دیکھی گئی تھی، مسرت اور انبساط کا یہ عالم تھا کہ مرد وزن جمال جہاں آرا کو دیکھنے کے لئے چھتوں پر چڑھ گئے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے مدینہ کی گلیوں میں مسرت بداماں نعرے لگا رہے تھے، مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں ایک جشن کا سماں نظر آ رہا تھا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان و الخدم في الطرق، ينادون :يا محمد! يا رسول الله! يا محمد! يا رسول الله -یعنی جب مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی

تو سارے مرد و زن گھر کی چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بہ آواز بلند کہہ رہے تھے: یا محمد ﷺ! یا رسول اللہ! یا محمد ﷺ! یا رسول اللہ۔'' (مسلم شریف، ج ۲ ص ۴۱۹)

انصار کی ایک عظیم الشان جماعت ہتھیار لئے حضور ﷺ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چل رہی تھی، اس وقت اہلِ مدینہ فرطِ مسرت میں یہ نعرے لگانے لگے: يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ الله، يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ الله، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل مدینہ یوں پکار اٹھے: اَللهُ اَكبَرُ، جَاءَنَا رَسُوْلُ اللهِ جَاءَ مُحَمَّدٌ - یعنی اللہ اکبر! ہمارے درمیان اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے، عورتوں، بچوں اور کنیزوں نے بھی یوں حضور کی نعت پڑھی:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا - مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا- مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا- جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا، دعا کرنے والے جب تک دعا کریں ہم پر شکر الٰہی واجب ہے، اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۳ ص ۲۷۱)

شہر مدینہ کے حدود پر صحابۂ کرام نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور شب اسریٰ کے اس دولہا کو لے کر جلوس کی شکل میں مدینہ میں داخل ہوئے، اب جلوس محمدی کا ثبوت مانگنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھیں کہ یہ جلوس محمدی نہیں تو اور کیا تھا؟ کیا اس کے علاوہ بھی کسی اور طرح کا جلوس ہوتا ہے؟

جلوس میں حضرت بریدہ اسلمی کا جھنڈا لے کر چلنا

حضرت بریدہ ابن حصیب اسلمی اور ان کے قبیلے کے اسّی افراد کسی سفر سے واپس لوٹ رہے تھے کہ دوران سفر مقام کراع الغمیم میں ان کا سامنا نبی کریم ﷺ سے ہو گیا، بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ ملاقات اچانک نہیں ہوئی تھی بلکہ سراقہ بن مالک کی طرح حضرت بریدہ بھی اہل قبیلہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعاقب میں وہاں پہنچے تھے تاکہ قریش سے ۱۰۰ر اونٹوں کا انعام حاصل کرسکیں، مگر جب آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو دل کی دنیا بدل گئی اور ایمان سے مشرف ہو گئے، اس سلسلے میں صاحب ''سیرت حلبیہ'' فرماتے ہیں:

''أن بريدة لما بلغه ما جعلته قريش لمن يأخذ النبي صلى الله عليه وسلم طمع في ذلك ، فخرج هو في سبعين من أهل بيته . وفي لفظ كانوا نحو ثمانين بيتا وحينئذ يراد ببيته قومه ، فلما رأه صلى الله عليه وسلم قال له:من أنت؟ قال:بريدة ابن الحصيب ، فالتفت النبي صلى الله عليه و سلم وقال :يا أبابكر برد أمرنا و صلح ،قال :ممن أنت ؟ قال :من أسلم من بني سهم ، قال النبي صلى الله عليه وسلم سلمناوخرج سهمك يا أبا بكر ، أي لأنه صلى الله عليه وسلم كان يتفاءل و لا يتطير كما تقدم ۔

ثم قال بريدة للنبي صلى الله عليه وسلم من أنت ؟ قال :أنا محمد بن عبدالله بن عبد المطلب رسول الله، فقال بريدة : أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، فأسلم بريده وكل من كان معه :أي وصلوا خلفه صلى الله عليه و سلم العشاء الآخرة ، ثم قال بريدة :يارسول الله لاتدخل المدينة إلا ومعك لواء ، فحل بريدة عمامته ،ثم

اداریہ

شدھافي رمح ثم مشى بين يديه۔ یعنی جب بریدہ بن حصیب اسلمی کو نبی کریم ﷺ کی گرفتاری پر قریش کے انعام کی خبر ملی تو وہ اس کے لالچ میں آ گئے اور اپنے قبیلے کے اسّی لوگوں کے ساتھ اس کام کے لئے نکل پڑے ، راستے میں جب انھیں سرکار نے دیکھا تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا: میں بریدہ بن حصیب ہوں، تو سرکار نے حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو بکر ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور ہم صلاح کو پہنچ گئے، پھر سرکار نے بریدہ سے پوچھا: کس خاندان سے ہو؟ عرض کی: بنو سہم کے قبیلہ اسلم سے، تو سرکار نے فرمایا: ہم محفوظ ہیں اور اے ابو بکر (بریدہ کے اسلام میں) تمہارا بھی حصہ نکل آیا (بریدہ کا معنی ٹھنڈا ہونا ہے) سرکار نے یہ بات نیک فالی کے طور پر بیان فرمائی (کہ ہم بریدہ سے مل رہے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں) نہ کہ بدشگونی کے طور پر!

حضرت بریدہ نے (حیرت زدہ ہو کر) سرکار سے عرض کی: آپ کون ہیں؟ سرکار نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب اللہ کا رسول ہوں، حضرت بریدہ نے فوراً کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اسلام لے آئے، ساتھ ہی ان کے تمام رفقا بھی مشرف باسلام ہو گئے اور سبھوں نے سرکار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں عشا کی نماز ادا کی، پھر حضرت بریدہ نے سرکار سے عرض کی: کہ یا رسول اللہ! آپ مدینے میں ایسے داخل نہ ہوں بلکہ آپ کے ساتھ ایک جھنڈا ہو، پھر سرکار کی رضا سے حضرت بریدہ نے اپنا عمامہ اتارا، اپنے نیزے میں باندھا پھر اسے لے کر آگے آگے چلے۔" (سیرۃ الحلبیہ، ج ۲ ص ۲۳۱)

مذکورہ واقعات بانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں کہ نہ جلوس محمدی نیا ہے، نہ جھنڈا! نہ اسے لے کر جلوس میں چلنا! الحمد للہ یہ امر واضح ہو گیا کہ اہل سنت کے تمام معمولات و معتقدات کتاب و سنت اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں، عید میلاد النبی ﷺ، جلوس محمدی اور اس موقع پر جھنڈا لگانا سب اللہ و رسول کے فرمان اور صحابۂ کرام کے عمل سے ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت نہیں کیوں کہ دین میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جو بغیر کسی سابقہ مثال کے عمل میں لایا جائے جبکہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلوس محمدی اور اس موقع پر جھنڈا لگانے کی مثال تو دورِ صحابہ میں عملِ صحابہ سے ثابت ہے۔

مدینہ میں داخلہ، انصار کا جوش اور ابو ایوب انصاری کے یہاں قیام

حضور ﷺ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد مدینہ روانہ ہوئے، راستہ میں بنی سالم کے محلہ میں پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی، سارا مدینہ استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا، قبا سے مدینہ تک دورویہ انصاریوں کی صفیں تھیں، ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا: حضور! یہ جان ہے، یہ مال ہے، یہ دولت ہے، حضور ﷺ تشکر و امتنان کے ساتھ دعائے خیر فرماتے ہوئے مدینہ پہنچے، سارا مدینہ جوش استقبال میں امنڈ آیا، عورتیں گاتی ہوئی چھتوں پر چڑھ گئیں، ننھی بچیاں خوشی میں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔ (زرقانی، ج ۱ ص ۴۳۳)

جب حضور ﷺ کی سواری حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے پاس پہنچی، اس وقت شرف میزبانی کے حصول کے لیے صحابۂ کرام میں باہم سخت کشمکش ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا: میری اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے، وہ جس جگہ جا کر بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہو گی، چنانچہ یہ دولت حضرت ابو ایوب انصاری کے حصہ میں آئی، حضور ﷺ نے سات مہینے ان کے یہاں قیام فرمایا، اسی وقت سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔

تعمیر مسجد اور نماز باجماعت کا اہتمام

اب تک اہل مدینہ ایک مویشی خانہ میں نماز پڑھتے تھے، حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ

اداریہ

کی قیام گاہ کے قریب بنی نجار کی افتادہ زمین تھی، انھوں نے بلا قیمت نذر کرنا چاہی، مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور باصرار قیمت ادا فرمائی، پھر صحابۂ کرام کے ساتھ مل کر ایک مختصر اور سادہ سی مسجد تعمیر کی، جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت پتّوں کی تھی، قریب ہی نادار مسلمانوں کے قیام کے لیے ایک چبوترہ تعمیر فرمایا جو تاریخ اسلام میں ''صفہ'' کے نام سے مشہور ہے، مسجد کی تعمیر کے بعد اس سے متصل ازواج مطہرات کے لئے حجرے بنے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۱۶۱)

تعمیر مسجد سے پہلے نماز باجماعت کا اہتمام نہ تھا جس سے اسلام کی عبادتوں کا ایک مقصد یعنی ''وحدت واجتماع'' فوت ہوتا تھا، تعمیر مسجد کے بعد نماز باجماعت قائم ہوئی اور اعلان کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اذان دینے کا طریقہ جاری ہوا۔

(بخاری شریف، ج ا ص ۸۵)

مہاجرین اور انصار میں رشتۂ اخوت کا مظاہرہ

مکہ کے غریب الوطن مسلمان جنھیں اسلامی اصطلاح میں ''مہاجرین'' کہا جاتا ہے، بالکل بے سروساماں مدینہ آئے تھے، اگرچہ ان میں کئی افراد صاحب حیثیت بھی تھے لیکن ایسی حالت میں وطن چھوڑا تھا کہ کوئی شئے مکہ سے ساتھ نہ لا سکے تھے، اس لیے دانائے کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سہارا بننے اور ان کی اجنبیت دور کرنے کے لیے ان میں اور انصار میں رشتۂ اخوت قائم فرما دیا یعنی ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا، حکم مصطفےٰ کا یہ اثر ہوا کہ یہ اخوت حقیقی اخوت سے بڑھ گئی، اس موقع پر انصار نے جس فیاضی، جس ایثار اور جس میزبانی کا ثبوت دیا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے آج بھی عاجز وقاصر ہے، انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی حیثیت محض مہمان کی نہ رہنے دی بلکہ اس کو مال و دولت، زمین، جائیداد، کھیتی باڑی، بلکہ اپنی ساری کائنات میں برابر کا شریک وسہیم بنا لیا، حتیٰ کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن کے سامنے نکاح کرنے کے لیے تجویز پیش کی، لیکن انھوں نے احسان مندی کے ساتھ اس سے انکار کر دیا، اکثر مہاجرین نے صرف بقدر ضرورت نقد لے کر اپنا کاروبار علاحدہ شروع کیا، یاد رہے یہ رشتہ اتنا قوی تھا کہ جب تک آیت میراث نازل نہ ہوئی، اس وقت تک متوفی انصار کی وراثت مہاجرین کو ملتی تھی، جیسے جیسے مہاجرین کی حالت سنبھلتی گئی مہاجرین انصار کی امانت انھیں واپس کرتے گئے۔

(سیرت ابن ہشام، ج ا ص ۲۷۸-۲۸۹)

یہود مدینہ سے معاہدہ

یہود اہل ثروت ہونے کی وجہ سے مدینہ میں بڑے اثر ورسوخ رکھتے تھے، مدتوں سے انصار کو دباتے چلے آ رہے تھے، حالانکہ اب پہلے جیسا ان کا اقتدار باقی نہیں رہ گیا تھا، تاہم انصار کے مقابلہ میں ان کی امتیازی شان اب بھی قائم تھی، اس لیے ان کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرات تھے، چنانچہ رسول دانا وبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ایک معاہدہ کیا جس کے اہم دفعات یہ ہیں:

● خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے وہ قائم رہے گا ● یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے ● فریقین میں سے جب کسی کو تیسرے فریق سے جنگ پیش آئے تو باہم ایک دوسرے کے معاون ومددگار رہیں گے ● کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا ● جب کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ کرے گی تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے ● فریقین میں سے جب کوئی کسی تیسری طاقت سے صلح کرے گا تو دوسرے کو بھی صلح کرنی ہوگی، البتہ مذہبی معاملات اس سے مستثنیٰ رہیں گی۔

(سیرت ابن ہشام، ج ا ص ۲۷۸-۲۸۹)

ہجرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ کے محض ایک سفر نام نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے ایک روشن باب کا نام ہے، جس بقیہ ص ۳۱ پر

اسلامیات

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

حضور نبی اکرم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اوصاف حمیدہ اور کمالات لاتحصی، بے شمار خصائص ومحامد، حسن لازوال کا پیکر اور جمال جہاں آرا سے آراستہ و پیراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا۔ آپ کے حسن لازوال کے بابت قرآن و احادیث میں بے شمار نصوص وارد ہیں، ہم ایک ایک کر کے اختصاراً بعض کو پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور

ارشاد ربانی ہے:

”قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (س: مائدہ، آیت: ۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔“

یہاں ”نور“ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ”کتاب مبین“ سے مراد قرآن پاک۔ تفسیر ”جلالین“ میں ہے:

”(قدجاءكم من الله نور) هو النبى صلى الله عليه وسلم (وكتاب) قرآن (مبين) بين ظاهر۔“

(جلالین، ص: ۱۳۹/ دار الحدیث، قاہرہ)

آفتاب و ماہتاب رسالت کے رخ زیبا کی تابشوں کو اور آپ کے حسن سراپا کے جلووں کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس طرح بیان کرتے ہیں:

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو حق عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”نور علی نور“

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا نور بلکہ نور علی نور بنا کر دنیا میں بھیجا، قاضی ثناء اللہ عثمانی مظہری زیر آیت ”مثل نورہ کمشکوٰۃ“ فرماتے ہیں:

”قال بعضهم: وقع التمثيل لنور محمد صلى الله عليه وسلم، قال ابن عباس لكعب الاحبار: أخبرني عن قوله تعالىٰ "مثل نوره كمشكوة" قال كعب: هذا مثل ضربه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم، فالمشكوة صدره، والزجاجة قلبه، والمصباح فيها النبوة، يكاد نور محمد صلى الله عليه وسلم وأمره يتبين للناس ولو لم يتكلم أنه نبى كما كان يكاد ذالک الزيت أى "يضيئ ولو لم تمسسه نار نور على نور" ولنعم ما قال كعب۔

(تفسیر مظہری، ج:۶، ص: ۴۰۲، م: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) ترجمہ: بعض مفسرین نے فرمایا: یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واقع ہوئی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مثل نورہ کمشکوٰۃ" کے بارے میں مجھے خبر دیجیے، کعب احبار نے فرمایا: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان فرمائی ہے تو "مشکوٰۃ" آپ کا سینۂ مبارک "زجاجۃ" آپ کا قلب مبارک اور ”چراغ“ میں نبوت ہے۔ قریب ہے کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم روشن اور لوگوں کے لیے نمایاں ہو اور اگر آپ یہ بات نہ کریں کہ آپ نبی ہیں تو پھر اس تیل کی طرح ہیں کہ جو قریب ہے کہ چمکے اگر چہ اسے آگ نے نہ چھوا، تو آپ نور علی نور ہیں اور کعب احبار نے کیا ہی اچھی بات کہی۔“

اس کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

* مضمون نگار دارالعلوم گلشن مصطفےٰ، ٹھاکردوارہ، مراداباد کے پرنسپل ہیں۔

شمع دل، مشکاۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

جمال رخ زیبا کی تجلیوں کے حسین استعارے

نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی قرآن مقدس نے بہترین تشبیہات اور استعارے ذکر فرمائے ہیں، کہیں حسن مصطفیٰ کو دن سے تشبیہ دی گئی کہیں آفتاب سے اور احادیث طیبہ میں کہیں چاند سے تو کہیں چراغ سے تشبیہ دی گئی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

’’والضحی واللیل اذا سجی۔ (س: ضحیٰ، آیت ۱،۲) ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ پردہ ڈالے۔‘‘ (کنز الایمان)

یہاں ’’ضحی‘‘ سے مراد جمال مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ’’لیل‘‘ سے مراد آپ کی زلف عنبریں ہیں۔ تفسیر ’’روح البیان‘‘ میں ہے:

’’یا اشارتست بروشنی روے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام و کنایت است از سیاہی موے وے۔‘‘ (روح البیان، ج:۱۰، ص:۴۵۳/م: احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

اس لیے امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں
شرح والشمس الضحی کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں
جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ہے کلام الٰہی میں شمس الضحی
تیرے چہرۂ نور فضا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا حبیب کی زلف دوتا کی قسم

سراپائے اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ حسین وجمیل بنایا۔ حدیث شریف میں ہے:

’’عن أبی اسحاق، قال، سمعت البراء یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا۔ حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تمام انسانوں سے زیادہ حسین تھا۔‘‘ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۸۷۵، ح:۳۵۴۹/م: دار ابن کثیر، بیروت، لبنان)

رخسار مبارک کی تابش وتابانی چراغ سے فزوں تر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار مبارک چراغ سے بھی زیادہ روشن ومنور تھا۔ قاضی ثناء اللہ مظہری عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

’’وفی الشمائل المحمدیة، قالت حلیمة: ما کنا نحتاج الی السراج من یوم اخذناہ لان نور وجھه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنا به فتنورت الامکنة ببرکته صلی اللہ علیه وسلم۔ (تفسیر مظہری، ج:۶، ص:۴۰۴/م: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان) ترجمہ: شمائل محمدیہ میں ہے: حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں: ہمیں چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی جس دن سے ہم نے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اس لیے کہ آپ کے چہرے کا نور چراغ سے بھی زیادہ منور تھا پس جب ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آتے تو تمام مکانات آپ کی برکت سے منور ہوجاتے۔‘‘

اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ماہ کامل کی ضوفشانی آسمان کے ماہتاب کی مانند

حدیث شریف میں ہے:

’’ان عبد اللہ بن کعب، قال: سمعت کعب بن مالك یحدث حین تخلف عن تبوك، قال:" فلما سلمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو یبرق وجھه من السرور وکان رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم إذا سر استنار وجهه كان وجهه قطعة قمر- (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۸۷۶، ح:۳۵۵۶، م: دار ابن کثیر، بیروت) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن کعب فرماتے ہیں: میں نے کعب بن مالک کو جنگ تبوک سے اپنے پیچھے رہنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا، فرماتے ہیں: جب میں نے (توبہ کی قبولیت کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے دمک رہا تھا اور آپ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ خوشی سے منور ہوتا تھا ایسا لگتا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔''

امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

رخ انور آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ روشن و تابناک

حدیث شریف میں ہے:

''عن جابر بن سمرة، قال، رءيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندى أحسن من القمر- (الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۵، ص:۷۶۲، ح:۱۰، م: البشری) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات کی چاندنی میں سرخ یمنی چادر پہنے ہوئے دیکھا تو کبھی آپ کی طرف دیکھتا کبھی چاند کی طرف تو آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔''

کسی شاعر نے کہا:

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے
چاند میں تو داغ ہے پر ان کا چہرہ صاف ہے

محبوب دو جہاں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک صاف وشفاف تھا جب کہ آسمان کے ماہتاب میں داغ ہے۔ اس لیے آپ کا چہرۂ انور چاند سے زیادہ خوب صورت ہوا۔ چاند میں دھبے کی وجہ اعلیٰ حضرت اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

برق انگشت نبی چمکی تھی اس پر اک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشان سوختہ

آفتاب رسالت آفتاب گردوں سے بھی زیادہ درخشاں

حدیث نبوی میں ہے:

''عن ابي هريرة، قال: "ما رءيت شيئا احسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، كأن الشمس تجري في وجهه- (الشمائل المحمدیۃ، باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۵، ص:۷۹۹، ح:۱۲۳، م: البشری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت کسی کو نہیں دیکھا، گویا سورج آپ کے چہرے میں تیر رہا تھا۔''

اعلیٰ حضرت اس حدیث کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں:

تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں
خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شاعر دربار رسالت اور جمال رخ زیبا کا عالم

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حسن مصطفیٰ کے جلووں کے متعلق کچھ یوں فرماتے ہیں:

واحسن منك لم ترقطّ عيني
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كأن قد خلقت ما تشاء

''یعنی آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے کسی پیدا ہی نہیں کیا۔ آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کیے گئے گویا آپ

ایسے پیدا ہوئے جیسے آپ نے چاہا۔''

اعلیٰ حضرت اسے اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

لم یأت نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

حسن بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

کائنات میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں

''عن عائشة رضی الله عنها عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، عن جبرئیل علیه السلام قال: قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی الله علیه وس۔ (المعجم الاوسط، ج:٦، حدیث:٦٢٨٥ / :دار الحرمین، القاہرہ، مصر)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل امین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: کہ جبرئیل امین نے کہا: کہ میں نے زمین کے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی آدمی نہ پایا۔''

اس حدیث شریف کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے حمد ہے خدایا

نبی کے دندان مبارک سے پورا گھر روشن و تابناک

حدیث شریف میں ہے:

''عن عائشة، کنت أخیط فی السحر، فسقطت عنی الابرة فطلبتها فلم اقدر علیها فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فتبینت الأبرة بشعاع نور وجهه۔ (الخصائص الکبریٰ، باب الآیۃ فی وجھہ الشریف، ج:۱، ص:۱۰۷ / دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں وقت سحر سلائی کر رہی تھی تو میری سوئی گر گئی، پھر میں نے اسے تلاش کیا تو اسے نہ پا سکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ مبارک کے نور کی کرنوں سے سوئی نظر آ گئی۔''

اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سوزن گم گشتہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

نبی آخر الزماں کے حسن و جمال کا متبادل کوئی نہیں

حدیث شریف میں ہے:

''عن الزهری، قال، سئل أبو هريرة، عن صفة النبی صلی الله علیه وسلم قال: "أحسن الصفة واجملها۔''

اور حدیث کے آخری الفاظ یہ ہے:

''واذا ضحك كاد يتلألأ فی الجدر لم ار قبله ولا بعده مثله صلی الله علیه وسلم۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب العلم، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۱۱، ص:۲۵۹، ح:۲۰۴۹۰) زہری سے مروی ہے، فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: آپ سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اور جب تبسم فرماتے تو آپ کا نور دیواروں میں چمکتا تھا میں نے ایسا نہ آپ سے قبل دیکھا نہ بعد۔''

اس لیے اعلی حضرت فرماتے ہیں:

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

پیکر نور مجسم کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا

اصل یہ ہے کہ حسن مصطفی کی اصلیت کو کوئی جان ہی نہ سکا، اسے صرف پرودگار جانتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

اسلامیات

''یا ابابکر لم یعلمنی حقیقة غیرربی۔(فتاوی رضویہ، ج:۳۰، ص:۲۵٤ /م: رضا فاؤنڈیشن لاہور) کہ اے ابو بکر! میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

اس لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

نہ کوئی آپ جیسا ہے نہ کوئی آپ جیسا تھا
کوئی یوسف سے پوچھے مصطفٰی کا حسن کیسا تھا

نبی آخرالزماں اور حضرت یوسف کے حسن کے مابین نفیس فرق؟

عام طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایات میں ہے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک شطر عطا فرمایا، بعض میں ہے دو تہائی حسن عطا فرمایا، نیز جب زلیخا کی سہیلیوں نے یوسف علیہ السلام کا دیدار کیا تھا تو اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس زیادہ حسن تھا۔ ان اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قاضی ثناء اللہ مظہری عثمانی لکھتے ہیں:

''ذکر المجدد فی حسن خاتم الرسل علیه الصلوة والسلام أنه قال رب محمد صلی الله علیه وسلم: "ومبدأ تعینه صفة العلم الاجمالی وهوأقرب الصفات الی الذات، ألا تری أن العلم الحضوری یتحد مع العالم ومع المعلوم، وأما غیره من الصفات من القدرة والارادة والکلام والسمع والبصر لیست بهذه المثابة والاجمال اعلی درجة واقرب من الذات من تفاصیلها، فللعلم حسن ذاتی مالیس لغیرها من الصفات فالعلم أحب الی الله تعالیٰ من غیره۔ وللعلم حسن وجمال لا کیفیة له فلأجل کمال لطافته ولعلو درجته تجلی فی محمد صلی الله علیه وسلم من الحسن والجمال لاتدرکه الأبصار فی هذه النشئة لضعف قوة المبصرة الدنیویة کما لاتدرکه الأبصار فی هذه النشئة وسیظهر حسنه وجماله فی الآخرة فیوسف علیه السلام وان سلم له فی الدنیا ثلثی الحسن لکن فی الآخرة الحسن حسن محمد صلی الله علیه و سلم والجمال جماله، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اخی یوسف أصبح وأنا املح۔(تفسیر مظہری، ج:٥، ص:٦٠ / داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

ترجمہ: مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذکر کیا: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے فرمایا: حسن مصطفی کا مرکز تعین صفت علم اجمالی ہے جو ذات باری تعالیٰ کی صفات کے قریب تر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟ عالم کے متحد ہونے اور معلوم کے متحد ہونے کے ساتھ علم حضوری بھی متحد ہوتا ہے۔ لیکن دیگر صفات مثلاً: قدرت، ارادہ، کلام، سمع اور بصر اس درجے کی نہیں اور اجمال تفصیل کی بہ نسبت اعلیٰ درجہ کی اور ذات باری تعالیٰ سے قریب تر ہے۔

لہٰذا علم کا ایک ذاتی حسن ہے جو دیگر صفات میں نہیں ہے اس لیے علم دیگر صفات کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ نیز علم کا ایک ایسا حسن و جمال ہے جس کی کوئی کیفیت نہیں، تو علم کے کمال نزاکت اور علو مرتبت کے سبب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا حسن و جمال منور ہوتا ہے کہ اس عالم میں دنیوی قوت بصارت کے ضعیف ہونے کے باعث آنکھیں جس کا ادراک نہیں کرسکتیں جس طرح اس دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ عن قریب آپ کا حسن و جمال آخرت میں ظاہر ہوگا اس لیے یوسف علیہ السلام کے حسن کے بارے میں اگرچہ دو تہائی حسن تسلیم کیا گیا ہے لیکن آخرت میں اصل حسن حسن مصطفیٰ اور اصل جمال جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بھائی یوسف صبیح ہے اور میں ملیح ہوں۔''

اس لیے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

میٹھی باتیں تیری دینِ عجم، ایمان عرب
نمکین حسن تیرا جانِ عجم، شانِ عرب

حسن مصطفےٰ ﷺ کے بابت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده
لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد
لواحی زلیخا لو رءین جبینه
لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

ترجمہ: اگر مصر میں لوگ رخسار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں سن لیتے تو یوسف علیہ السلام کے بھاؤ تاؤ میں مال صرف نہ کرتے۔

زلیخا کو لعن طعن کرنے والی عورتیں اگر پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں پر دلوں کے کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔

اس لیے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

امیر مینائی کہتے ہیں:

محمد مصطفیٰ کو حضرت یوسف سے کیا نسبت؟
وہ مطلوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

کسی شاعر نے کہا:

جمال حسن یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی
تمہارے روئے روشن پر فدا ساری خدائی ہے

◆◆◆

ص ۲۵ رکا بقیہ ....

میں کئی انقلاب آفریں نتائج مضمر تھے، جن سے کئی اہم فوائد کا فوری ظہور بھی ہوا، مکہ میں مسلمان مسلسل ظلم وستم کا شکار تھے، مدینہ پہنچ کر انھیں ایسی آزادی ملی کہ وہ کھل کر عبادت وریاضت اور اپنے عقائد و معمولات کا تحفظ کرنے لگے، مدینہ میں ہجرت کے بعد ایک منظم اسلامی حکومت قائم ہوئی، جہاں قرآن وسنت کے مطابق عدل وانصاف اور معاشرتی اصول نافذ ہوئے۔

نیز مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم ہوئی، جس سے دینی بھائی چارہ اور ایثار وقربانی کی عظیم مثال قائم ہوئی، مدینہ سے اسلام کا پیغام منظم انداز میں بتدریج گردونواح کے قبائل پھر دنیا تک پہنچا، مدینہ میں مسلمانوں کو اپنی دفاعی اور سیاسی طاقت منظم کرنے کا زرّیں موقع ملا، جس سے وہ اپنے دشمنوں کے مقابل مزید مضبوط ومستحکم ہوئے، ہجرت کو ہی اسلامی کیلنڈر کا آغاز بنایا گیا جو آج بھی امت مسلمہ کے لیے ایک یادگار اور سبق آموز سنگ میل ہے۔

◆◆◆

ص ۴۲ رکا بقیہ ....

گا تم کیا جواب دوں گے؟ انہوں نے کہا! ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کردی، حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا، پھر لوگوں کی طرف موڑا، فرمایا! اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

(ضیاء النبی، جلد 4/صفحہ 753)

آج دنیا میں جتنے بھی انقلابات رونما ہوں گے، جتنی بھی خوبیاں جنم لیں گی سب حضورِ اقدس ﷺ کا صدقہ ہیں کیوں کہ شعورِ انسانی کو ان تمام اوصافِ حمیدہ اور خوبیوں سے سب سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ نے آگاہ فرمایا۔ دنیا آزادی کا دن مناتی ہے تو ہمیں اس عظیم محسن کا دن منانا چاہیے جس نے انسانیت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: مولانا اشفاق عالم امجدی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بحیثیت قائد

تاریخ انسانی کے اوراق پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جب انسانیت زوال کے گھور اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، تہذیب دم توڑ چکی تھی، اخلاق پامال ہو چکے تھے، ظلم وستم، فتنہ و فساد اور جاہلیت کی آندھیاں ہر سمت چل رہی تھیں، باطل نے حق کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، جہالت نے عقل پر پردہ ڈال دیا تھا اور طاقتور کمزوروں کو چوس رہا تھا۔ جنگ وجدال معمول بن چکی تھی، عورت کو ذلت کی علامت سمجھا جاتا تھا، انسان خون کے پیاسے اور شیطانی خرافات کے اسیر ہو چکے تھے۔ نہ کوئی اخلاقی نظام تھا نہ روحانی رہنمائی، نہ قانون باقی تھا نہ قیادت۔

دنیا ایک ایسے رہنما کی منتظر تھی جو ظلمت کو نور میں بدلے، جمود کو حرارت دے، منتشر قافلے کو منزل دکھائے اور انسان کو انسانیت کا شعور بخشے۔ وہی لمحہ تاریخ کا ایک عظیم موڑ ثابت ہوا، جب رحمت الٰہی جوش میں آئی اور صحرائے عرب کی سنگلاخ سرزمین پر ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا جس نے ظلمت کے پردے چاک کر دیئے، قرآن نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا:

’’وَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (الجمعہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف معلم انسانیت ہی نہیں بلکہ ایک مثالی قائد، عظیم رہبر، بے مثال منتظم اور عدل وانصاف کے علمبردار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے نہ صرف قبیلوں کو ایک امت میں بدلا بلکہ منتشر انسانیت کو بھی ایک مرکز پر جمع کر دیا، ایسا عظیم المرتبت، فہم وفراست سے لبریز، شجاعت، حکمت، سیاست اور تدبر سے مالا مال قائد، جو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جن کی قیادت نے تاریخ کا رخ موڑ دیا اور دنیا کو حقیقی قیادت کا مفہوم سکھا دیا، قبل از نبوت قائدانہ شخصیت معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہی سے عالمِ غیب میں ایسے آثار ظاہر ہوئے جو اس بات کا اعلان تھے کہ اب فرسودہ نظام اور توہم پرستی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئی تہذیب اور الٰہی نظم ونسق کے علمبردار بن کر تشریف لائے، اس لیے آپ کی ولادت سے ہی جاہلی نظام میں لرزہ طاری ہو گیا۔

فارس کے آتش کدہ کی آگ جو صدیوں سے جل رہی تھی بجھ گئی اور کلیساؤں کے ستون ہلنے لگے۔ اہلِ عقل حیران تھے کہ یہ تبدیلی کیوں کر آ رہی ہے؟ چالیس برس تک کے طویل خاموش دور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صداقت، دیانت، بردباری اور حسنِ اخلاق سے قوم کا اعتماد حاصل کیا۔

’’وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی. (الضحیٰ) اور اُس نے تمہیں تلاش میں پایا، تو ہدایت عطا کی۔‘‘

جب فاران کی چوٹیوں سے اعلانِ رسالت ہوا تو نہ صرف عرب بلکہ پورا عالم بیدار ہوا۔ وہ تہذیب جو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے بعد معدوم ہو چکی تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک بار پھر زندہ ہو گئی۔

رحمت للعالمین اور مکمل نظام حیات

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف عرب ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے رحمت بن کر ہوئی:

’’وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. ‘‘(الانبیاء)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو ایسا نظامِ حیات عطا کیا جو فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور دین و دنیا دونوں کا جامع ہے، پیغمبر اسلام نے دین وسیاست، عبادت وقیادت، روحانیت و حاکمیت کو ایک ہی مرکز میں جمع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں مذہبی وریاستی قیادت کا حسین امتزاج موجود ہے، قرآن حکیم نے

* مضمون نگار بچپاری آباد پور کٹیہار بہار کے متوطن ہیں۔

نبی اعظم ﷺ کی قیادت کو آسمانی وحی سے مربوط قرار دیا، رب متعال کا ارشاد باری ہے:

"وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی، اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔" (النجم)

لہٰذا آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ۔"

"مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ۔" (النساء)

آقائے کریم ﷺ نے ان عربوں میں ایک مثالی ریاست قائم کی جنہیں حکومت، قانون اور تہذیب کا شعور تک نہ تھا۔ آپ ﷺ نے مشاورت، عدل، دفاع، سفارت اور حکمت عملی سے ایک جامع سیاسی واخلاقی نظام قائم کیا۔

آپ کا ہر اقدام امت کے لیے رہنما اصول بنا۔ شفقت و عدل پر مبنی قیادت سازی قائد اعظم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت شفقت ونرمی سے معمور تھی:

"فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ۔" آل عمران)

لیکن عدل کے تقاضے پر سختی بھی فرماتے: ایک موقع پر پیغمبر اسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ یعنی مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود ایک مثالی قائد تھے بلکہ آپ نے قیادت سازی کی ایسی اعلیٰ تربیت فراہم کی کہ آپ کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود عظیم رہنما بن کر ابھرے، اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے مقام پر قیادت کا قابلِ رشک مظاہرہ کیا۔

ریاست مدینہ

عملی سیاسی نظام ریاست مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت، انتظامی حکمت اور سماجی عدل کا کامل ماڈل تھی، وہاں اقلیتوں کو تحفظ، تعلیم کو فروغ، بیت المال کی شفافیت اور انسانی حقوق کی پاسداری موجود تھی۔

"وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔" (القلم)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام القائدین، معلمِ انسانیت اور رحمۃٌ للعالمین ہیں۔ وہ مثالی رہنما جن کی قیادت قیامت تک انسانیت کے لیے مینارۂ نور بنی رہے گی۔ حقیقت یہی ہے کہ اگر قیادت کو کردار، عدل، شفقت، حکمت اور اخلاص جیسے ارفع و اعلیٰ پیمانوں پر پرکھا جائے، تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر معیار پر کامل و اکمل اور بے مثال نظر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، رہتی دنیا تک ہر دور کے قائدین کے لیے ایک ابدی منشورِ ہدایت اور کامل ترین نمونۂ عمل ہے۔ ؎

یا صاحب الجمال وَ یاسیدَ البشر
منْ وَجْہک المُنیر لقدْ نور القمَر
لا یمکن الثناء کما کان حقّہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

◆◆◆

محفل میلاد کا انعقاد آرزوں کی تکمیل کا سبب

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

امام قسطلانی اپنی مشہور کتاب مواہب الدنیہ جلد ایک صفحہ ۶۵ / پر تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ میلاد کی محفل کرتے، کھانے کا انتظام کرتے اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی کوئی آرزو پوری ہو تو وہ میلاد کی محفل کرے۔ یہ بڑا آزمودہ ہے کہ جس محلے میں میلاد کی محفل ہوتی ہے اللہ اس محلہ سے مصیبتیں دور فرما دیتا ہے، اللہ اس کو خوش رکھے جو ربیع الاوّل کی ہر رات کو عید کی طرح مناتا ہے اور میلاد سے جلنے والوں کے دلوں کو جلاتا ہے۔"

فضل رب العلا اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

تاج دارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نسبت، مسرت اور تقاضے

اسلامیات

عہدِ رواں میں ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی و توہین روز مرّہ کا معمول بن چکی ہے، مقتضائے وقت ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کو قریب کیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی مستشرقین کی جانب سے توہین رسالت کی جاتی ہے، کبھی پادریوں اور آریوں کی طرف سے یہی حرکت ہوتی ہے، تو کبھی فن اور آرٹ کے نام پر کارٹونسٹ تشدد بھرا اعلان دیتے ہیں۔ کبھی آزادیِ اظہار کے نام پر جرأت کی جاتی ہے۔ کیا آزادی اِسی کا نام ہے کہ جھوٹی باتیں روشن سیرتوں سے منسوب کی جائیں؟ غلط بیانی؛ منوّر ذات سے متعلق گڑھی جائے؟ کچھ یہی معاملہ برصغیر کا ہے جہاں شاتم و گستاخِ رسول کو بھرپور آزادی ہے، آریاؤں کے فتنے، پنڈتوں کے منفی ری مارک، سیاسی بازی گروں کی جسارت، ہند میں فرقہ پرست عناصر کے ذریعے شاتمانہ بیان بازی، دوسری سمت ایک مملکت میں تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے وضع قانون سے مسلسل انحراف؛ ایسے پہلو ہیں کہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کے اندر محبت رسول ﷺ کا جذبہ راسخ نہیں کیا تو کل اِس سے زیادہ ناگفتہ بہ حالات کا خدشہ ہے اور ایمان کی بربادی کا اندیشہ۔

سیرت سے متعلق ذمہ داری

سیرتِ طیبہ سے نسبت و تعلق کے تقاضوں کی بجا آوری میں کمی بھاری غلطی ہے؛ جس کا خمیازہ نسلوں کو ادا کرنا پڑتا ہے، موجودہ نظامِ تعلیم میں بھی دین سے دوری کا بہت کچھ مواد شامل ہے، دہریت، لاادریت، آزادروی کی لہر نے دین بیزار فکر رواج دی ہے۔ ایسے میں گھروں میں دینی ماحول کی پرورش، بچوں کی دینی تربیت، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا لازمی مطالعہ، سیرت سے متعلق مستند لٹریچرز کا انتخاب، عظمت رسالت کے پہلوؤں کا خصوصی مطالعہ تا کہ دل میں محبت و تعظیمِ رسول ﷺ کا نقش جمے، یوں ہی ایسے معمولات بھی رواج دیے جائیں جن کی بنیاد پر رسول کریم ﷺ سے تعلق میں پختگی آئے، تا کہ نسبتوں کی بہاریں خزاں کے جھونکوں سے متاثر نہ ہو سکیں۔

جذبات کی سمت

قوم بڑی جذباتی ہے، کبھی شورش کے وقت بیدار ہو کر مناسب کبھی غیر مناسب اقدام کرتی ہے پھر خوابِ غفلت میں مبتلا ہو جاتی ہے، ایسے حالات میں عقل و عشقِ رسول میں باہم ربط ضروری ہے، مثال سامنے ہے گستاخوں کے خلافِ اسلام بیانات، سیرت مخالف ری مارک سے متعلق وقتی احتجاج درج کروائے گئے، نہ ہی ہم نے کوئی ٹھوس اقدام کیا، نہ ہی قانونی معاملات میں سنجیدہ پیش رفت کی، اس بابت کمیاں یہ رہیں:

[۱] قانونی معاملات سے پہلوتہی اِس لیے ہوئی کہ وہ صبر آزما مرحلہ ہے، ہم سے مستقل پیش رفت نہیں ہوتی۔

[۲] بلکہ شاتمین کی توہین پر ملک کے درجنوں مقامات پر درج ایف آئی آر سے متعلق بے اعتنائی رہی۔ اس درمیان شاتمین عالمی صہیونی طاقتوں کے زیر اثر اپنے لیے ماحول سازی میں کامیاب ہو جاتے ہیں، بعد کو معاملہ تعطل کا شکار رہتا ہے۔

[۳] جدوجہد بھی صبح تا شام، اگر ان میں صبر، دوام، استقرار ہوتا، اسلاف کی طرح ہم مستقل و منظم و پُرامن جدوجہد جاری رکھتے تو شاید اقتدار جھکنے پر مجبور ہوتا، لیکن لمحاتی کوشش کا اختتام جھوٹے اعلانات پر ہوتا ہے، تسلی و تشفی کے دو بول پر قوم پھسل جاتی ہے، دوسری سمت ایسا بھی ہوا کہ جمہوری و پُرامن جدوجہد کو آمریت سے کچل دیا گیا اور درجنوں افراد زنداں کی تاریک وادیوں میں ڈھکیل دیے گئے۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اعادۂ عہد کا لمحہ

الحمدللہ! ہمیں پھر اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کا یومِ

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ولادت منانے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، وہ مقدس دن جسے ہم یوم انسانیت، عیدوں کی عید سے تعبیر کرتے ہیں، جس دن ساری انسانیت کو آزادی ملی، کفر وشرک کی موت کا دن ہے میلادِ مصطفیٰ ﷺ، جتنے باطل مذاہب وازم تھے سب پر اوس پڑ گئی، اعلیٰ حضرت پیارا مضمون رقم فرما گئے ؂

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ہاں! یوم میلاد النبی ﷺ پر عہد کیجیے، اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کا، اسلامی تعلیمات پر عمل آوری کا، اپنے دین کی حفاظت کے لیے قربانی وایثار کیا اور اس دن ان ذمہ داریوں کا احساس بھی کیجیے کہ:

[۱] باطل قوتوں کے مقابل اسلام کی روایت وشعار کی بقا کے لیے ہم نا قابلِ تسخیر قوت بن کر اُبھریں گے۔

[۲] اپنی زندگی کو احکام خداوندی کے مطابق اور رسول کریم ﷺ کے طریقوں پر گزاریں گے۔

[۳] گستاخانِ بارگاہِ رسالت کے عزائم کے مقابل محبت رسول ﷺ کی عظیم قوت سے جہاں میں اُجالا برپا کریں گے۔

[۴] غلامیِ رسول میں ہر دُکھ گوارا کریں گے؛ لیکن ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کا معاملہ قطعی برداشت نہیں کریں گے۔ (یعنی قانونی اقدامات سے گستاخوں کی گرفت کریں گے)

[۵] رسول پاک ﷺ کے طریقوں پر زندگی گزاریں گے تا کہ تمام خلافِ اسلام راہوں کی عملی مذمت ہو۔

[۶] شریعت پر عمل کریں گے؛ تا کہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف قوانین دَم توڑ جائیں۔

[۷] رسول اللہ ﷺ کے مبارک اخلاق کی سمت گامزن ہوں گے تا کہ مخالفینِ بارگاہِ رسالت کے غیر اخلاقی مشن کو سبوتاژ کر سکیں۔

[۸] تعظیم مصطفیٰ ﷺ والے معاملات کو فروغ دیں کہ دُشمنانِ اسلام کی سازش تعظیم نبی سے مسلمانوں کو دور کرنا ہے، مثلاً جب نام محبوب ﷺ آئے تو مکمل بیدار ہو کر ادب کی پوزیشن سنبھال لیں، باوضو نام اقدس لیں، جہاں تعظیم نبی ﷺ میں قیام ہو وہاں بھی ادب کو فوقیت دیں، والہانہ نغماتِ سلام کا احترام کریں، جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے دُنیادار بھی جب ''مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام'' پڑھا جاتا ہے تو حالت ادب میں آجاتے ہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت کے سلام ونعت کو اردو طبقے میں ضرور عام کریں تا کہ رسول پاک ﷺ کی نعتوں سے بزمِ ایماں میں خوش بو پھیل جائے اور وجودِ مومن مہک مہک اُٹھے۔

[۹] معاشرے میں غریبوں کی دل جوئی کی جائے تا کہ میلاد النبی ﷺ کی بہاروں میں غریب بھی سنّت نبوی ﷺ کے تصدق خصوصی برکات سے محروم نہ رہیں اور انھیں یہ احساس رہے کہ میلاد النبی ﷺ کی ساعتوں میں ہماری دادرَسی ہوتی ہے، جیسے نوری مشن ہر سال مالیگاؤں میں مساکین کی دل جوئی کے لیے راشن کٹ مع کتبِ سیرت تقسیم کرتا ہے۔

[۱۰] بے روزگاروں کو برسرِ روزگار بنایا جائے۔

[۱۱] قوم کی یتیم بچیوں کے مسائل کا تصفیہ کیا جائے، تا کہ ان کی عقیدتوں کا قبلہ کوئی منحرف نہ کر سکے اور یتیموں کے ماوا وملجا کے احسانات انھیں ایمان کی تازگی پہنچائیں۔

[۱۲] بیماروں کی مزاج پُرسی کریں، صاحبِ مال علاج کے مصارف برداشت کریں، میلاد النبی ﷺ کی ساعتوں میں مریضوں کی عیادت کریں تا کہ مقدس دن کی دل جوئی انھیں بارگاہِ رسالت ﷺ کے احسانات کی یاددہانی کے لیے مہمیز دے۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں مفید وصالح اُمور کی انجام دہی کی توفیق دے، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے فکر مغرب واسیرانِ ہوا وہوس کے مقابل دین پر استقامت دے۔

ہمیں چاہیے کہ فتنۂ ارتداد کے مقابل مذہبی ذمہ داریوں کا احساس کریں تا کہ ارتداد کی لہریں دَم توڑ جائیں اور اسلام کا حقیقی حسن عملی زندگی سے ظہور پذیر ہو، اس جانب بیداری رہی تو فکر خام کی مدھم کرنیں نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکیں گی اور سرمۂ حبِ رسول ﷺ نگاہوں کو نور نور بنا دے گا ؂

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

مسرت وشادمانی کا اسلامی تصور اور میلاد مصطفیٰ کی بہاریں

نعمت وانعام کے عطا ہونے پر خوشی منانا یہ فطری اَمر ہے اور سرشت انسانی کا حصہ، رسول اللہ ﷺ کی آمد فضل الٰہی ہے، خدائے قدیر کا حکم بھی ہے:

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا - تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔''

(۱) سرکار دوعالم ہادی کونین ﷺ کا تشریف لانا نعمت وعافیت، برکت وسعادت اور عطا ونوازش کا نقطۂ عروج ہے۔ جب آفتابِ رسالت ﷺ طلوع ہوا تو کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور حق کا اُجالا پھیل گیا، اللہ تعالیٰ کی توحید ویکتائی اور عظمت وشان کا نغمہ لبوں پر جاری ہو گیا، ان انعامات کے تشکر اور اظہارِ فرح ومسرت کے لیے مسلمانوں کا ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن منانا ایک ایمان افروز اور کفر سوز کام ہے، امام محمد شرف الدین بوصیری قدس سرہ القوی (م ۶۹۴ء) نے حقیقت افزا بات کہی ؎

حَتّٰى اِذَا طَلَعَتْ فِي الْاُفْقِ عَمَّ
هُدَاهَا الْعَالَمِيْنَ وَاَحْيَتْ سَائِرَ الْاُمَمِ

ترجمہ: یہاں تک کہ جب افق کائنات پر وہ آفتاب طلوع ہوا تو اس کی ہدایت سارے جہانوں میں پھیل گئی اور اس نے بہت ساری قوموں کو حیات عطا کر دی۔

(۲) سرکار دوعالم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی ساعتِ سعید کو مجددِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے ''سہانی گھڑی'' سے تعبیر کیا ہے ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سیرتِ طیبہ کا موضوع بڑا وسیع اور منفرد وا چھوتا ہے، میلاد کا عنوان سیرت کا ایک مستقل اور اہم باب ہے، جس پر اب تک بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی رہے گا۔ میلاد دراصل سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری وولادت کے تذکرہ کو کہا جاتا ہے، خواہ منظوم ہو یا منثور۔ اس لیے اس کا اہتمام کوئی نیا اور باعثِ عار کام نہیں، اسلافِ کرام نے اس کا اہتمام اسلامی شان کے ساتھ کیا ہے، ہر دور میں یہ اہتمام ہوتا آیا ہے، بلکہ قرآنی اسلوب میں بھی اس کے جلوے پیش کیے جا سکتے ہیں، جیسے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔''

(۳) اسی طرح انبیائے کرام سے جو عہد لیا گیا اور محبوب پاک ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی اس میں بھی کیا دل کش اسلوب ہے:

''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا۔''

(۴) پھر یہ پہلو بھی لائق غور ہے کہ جب محبوب ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تو کیا اس رحمت پر خوشی نہیں منائی جائے گی؟ مسرتوں کا اظہار نہیں کیا جائے گا؟........ وہ کیسے ہیں جو منھ بسورتے ہیں اور انھیں یہ ایمان افروز جشن محبت وتقدیس نہیں بھاتا، کتاب الصیام صحیح مسلم شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''فيه ولدت، وفيه انزل عليّ۔ میں اسی روز پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

(۵) اس یوم کی عظمت وشان کے حوالے سے خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ پیر کے روز روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے، کیوں کہ آقائے دوعالم ﷺ کی ولادت اسی دن ہوئی لہٰذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو اور اس کی تعظیم وتکریم کی

جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کیوں کہ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات کو زیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔"

(۶) علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (م۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء) تحریر فرماتے ہیں: تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے سید المرسلین کے ظہور سے ہر وجود کو روشن کیا اور حق مبین کی ضیا سے باطل کی ظلمتوں کو دور کیا اور حق کے راستوں کو واضح کیا جب کہ لوگ جہل کی تنگ نائیوں سے گزر رہے تھے۔

(۷) میلاد مبارکہ کے سلسلے میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر محافل میلاد کا انعقاد باعث اجر وثواب ہے۔ ناقدین کے لیے یہ نکتہ لمحۂ فکر یہ ہے کہ سال بھر تو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل منعقد ہوتی ہیں اب اگر ربیع الاول میں اسی محفل کا نام "محفلِ میلاد" رکھ دیا جاتا ہے تو وہ صرف نام کی تبدیلی سے کیوں مضطرب و مضمحل ہو جاتے ہیں؟ کیا عقلی طور پر اس کی اجازت دی جائے گی کہ خواہ مخواہ اِدھر اُدھر وقت تو ضائع کر دیا جائے، غیبت وچغلی اور اُلٹے سیدھے کاموں کی محفل آراستہ کی جائے لیکن میلادِ رسول اور آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سے احتراز کیا جائے! یہ تو سخت محرومی کی بات ہے۔

رہی بات عہدِ صحابہ میں میلاد کے اہتمام کی تو ان کا ہر ہر لمحہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن ہوتا تھا، یادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پُر ہوتا تھا اور بعد کے ادوار میں یہ طریقہ کم ہوتا گیا تو خصوصیت سے محافل میلاد کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی اور عوام کی فکری تربیت نیز ایمانی جلا کا سامان کیا گیا اور اسلاف نے اس کو کیا ہی نہیں بلکہ اس کے انعقاد کی ترغیب وتلقین بھی کی، بہر کیف! ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل کا اہتمام ایمان کی جِلا کا باعث ہے اور عامۃ المسلمین میں مسرتوں کی صبحِ میلاد پر اہتمام یقیناً نیکی کی ترغیب ہے جس کی اِس زمانے میں زیادہ ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت نے دل پذیر بات کہی ؎

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

حوالہ جات: (۱) القرآن الکریم؛ سورۃ یونس: ۵۸/ ترجمہ کنز الایمان (۲) کشف بردہ، المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۸ (۳) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۱۶۴/ ترجمہ کنز الایمان (۴) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۸۱/ ترجمہ کنز الایمان (۵) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۷ء ص ۲۰ (۶) حسن المقصد فی عمل المولد (میلادِ سیوطی)، دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ص ۲۶ (۷) مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میلاد ابن کثیر) دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۔

◆◆◆

وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ایک ایسا واقعہ ہے جس نے تاریخِ انسانی کا رُخ بدل دیا، عرب کی سرزمین ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی تھی، جہالت، بت پرستی، ظلم وستم اور بے حیائی عام تھی، ایسے ماحول میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، شاعر کہتا ہے:

وہ کیا پردے سے نکلے کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری محض ایک انسانی ولادت نہیں تھی بلکہ یہ سراپا نور کی آمد تھی۔ جس لمحے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے کائنات میں ایک غیر معمولی انقلاب برپا ہوا، ظلمتیں مٹ گئیں، قلوب روشن ہو گئے اور دلوں کو سکون وایمان کی دولت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں: ایوانِ کسریٰ کے ستون ہل گئے۔ آتشکدہ فارس جو ہزار برس سے روشن تھا، بجھ گیا، دنیا کے بڑے بڑے بت گر پڑے، یہ سب اس بات کی علامت تھی کہ اب باطل کا خاتمہ اور حق کا غلبہ ہونے والا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مبارک سے ایسا نور پھیلا کہ جس نے صدیوں کے اندھیروں کو ختم کر دیا۔

آج بھی اگر کوئی انسان دل کی تاریکیوں سے نجات چاہتا ہے تو اُسے اسی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہونا پڑے گا، قرآن کہتا ہے: قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (سورۃ المائدہ) یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایک روشن کتاب (قرآن) آ گئی۔ پس یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے دنیا کے ہر گھر اور ہر دل میں اجالا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ چراغِ ہدایت ہیں جن کی روشنی قیامت تک انسانیت کو راہ دکھاتی رہے گی۔

از: مفتی محمد رضا قادری مرکزی
الجامعۃ القادریہ نجم العلوم مالیگاؤں

از: حافظ افتخار احمد قادری*

احترامِ انسانیت! سیرتِ رسولِ کریم ﷺ کی روشنی میں

اسلامیات

رسولِ کریم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی معاشرتی، سیاسی واخلاقی اور دینی حالت اس قدر ابتر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 164 میں اسے ’’ضلل مبین‘‘ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ زندگی کے تمام شعبوں میں انقلاب برپا کیا، لوگوں کو زندگی گزارنے کا شعور، معاشرتی برائیوں کا سدباب اور معاشرتی برائیوں میں سے اس عالمگیر برائی کی بھی اصلاح فرمائی جس نے انسانیت کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا تھا۔

حضور اقدس ﷺ نے بامقصد اور غیر فطری معیار فضیلت وعزت کو ختم فرمایا اور معیار فضیلت کے ان درجات کی بجائے صرف انسان ہونا ایک ایسا معیار قرار دیا جس کے پیشِ نظر ایک انسان کا بحیثیت انسان احترام کرنا ضروری قرار دیا گیا خواہ اس کا کوئی دین ہو، کسی علاقے سے تعلق رکھتا ہو، کسی طبقہ زندگی سے متعلق ہو اور کوئی اس کا رنگ ہو۔ جب احترام انسانیت کا سیرتِ رسولِ کریم ﷺ کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ احترامِ انسانیت کو دو طرح سے متعین کیا گیا۔ ایک دینی لحاظ سے دوسرے محض انسان ہونے کے لحاظ سے۔

رسول اکرم ﷺ کے بعض وہ ارشادات ہیں جن میں مسلم انسان کے احترام و انداز میں اور عام انسانوں کو ایک الگ انداز میں پیش کیا گیا۔ احترام انسانیت کی یہ تفریق قرآن مجید میں بھی موجود ہے، چنانچہ مومن کے قتل کے بارے فرمایا گیا:

’’وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ (النساء: 93) اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔‘‘

اس آیت میں مومن کی جان کی حرمت پامال کرنے پر چار سزاؤں کا اعلان کیا گیا۔ یہ وہ سزائیں ہیں جو کسی بھی دوسرے جرم کے لئے نہیں ہیں، جبکہ غیر مسلم جس کا احترام محض انسان ہونے کے ناطے سے ہے اس کے قتل کے بارے میں فرمایا گیا:

’’وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ۔ (النساء:92) اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے۔‘‘

مسلمانوں کے قتل کی حرمت کا ذکر رسولِ کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس طرح فرمایا:

’’إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَ كُمْ إِلَى أَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هٰذَا كَحُرْمَةِ بَلَدِكُمْ هٰذَا وَ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ۔ (ضیاء النبی) بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون کو قیامت تک حرام قرار دیا جیسے اس ماہ کی، اس شہر کی اور اس دن کی حرمت ہے۔‘‘

احترام انسانیت کی یہ حدود اس دنیا سے متعلق ہیں، آخرت میں محض انسانیت کے ناطے سے احترام انسانیت نہیں ہوگا بلکہ وہاں ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق جزا وسزا ملے گی۔ سیرت رسول کریم ﷺ کی روشنی میں احترام انسانیت کی یہ صورتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔

نفس انسانیت کا احترام

نبی کریم ﷺ نے انسان کا احترام بحیثیت انسان کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، اس احترام کی بنیاد سورۃ الاحزاب کی یہ آیت ہے ارشاد ہوتا ہے:

’’اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ۔

(الاحزاب:72) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی۔"

چونکہ اس انسان کو ہی امانت کے اٹھانے کی صلاحیت عطا کی گئی لہٰذا! اس کا احترام لازمی قرار دیا گیا، وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کی بنیاد اس کی کوئی منفی صلاحیت ہے، جبکہ انسان کے گوشت کو اس کے احترام کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا۔ احترام انسانیت کے پیشِ نظر قتل انسانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں فرمایا گیا:

"أَوَّلَ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔ (بخاری شریف کتاب الدیات، حدیث:6864) قیامت کے روز لوگوں میں (حقوق العباد میں سے) سب سے پہلے قتل کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔"

نفس انسان کی حرمت سے متعلق سنن ابن ماجہ میں ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے خلاف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ فرمایا، جنگ کے بعد ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یارسول اللہ! ﷺ دوران میں ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے بھاگا جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے کہا:

"أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ إِنِّي مُسْلِمٌ۔ (میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں مسلم ہوں) اس کے باوجود میں نے اسے قتل کردیا تو آپ ﷺ نے میں فرمایا "هَلْ شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ" کیا تو نے اس کا بطن پھاڑ کر دیکھا تھا کہ اس نے جان بچانے کے لئے ایسا کہا؟ کچھ دیر کے بعد وہ شخص مرگیا۔ تجہیز وتکفین کے بعد اس کی تدفین کی گئی۔ دوسرے روز دیکھا "أَصْبَحَ عَلَى الْأَرْضِ" اس کی لاش قبر سے باہر پڑی ہوئی ہے۔"

اس کے گھر والوں نے سوچا کہ ان کے کسی مخالف نے ایسا کیا، پھر اسے دفن کیا اور نگرانی کے لئے ایک غلام مقرر کیا لیکن دوسرے روز پھر ایسا ہی پایا گیا۔ اس کے وارثوں نے خیال کیا کہ شاید اس غلام نے ایسا کیا ہو، پھر تدفین کے بعد وارثوں میں سے ایک وارث نے خود قبر کی حفاظت کی لیکن پھر بھی زمین نے اسے قبول نہ کیا پھر اس لاش کو کسی گھائی میں پھینک دیا گیا۔

(مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، حدیث:4341)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے طواف کعبہ کے دوران کعبہ مکرمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"مَا أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ رِيحُكَ مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرُمَتُكَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرُمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرُمَةً مِنْكَ۔ (مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین) تو کتنا اچھا ہے اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن کی حرمت تیری حرمت سے زیادہ عظیم ہے۔"

ان روایات میں اگرچہ دینی بنیاد پر مسلم اور غیر مسلم کی قدرے تفریق کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہر مذہب میں بعض ایسے قوانین وضوابط ہوتے ہیں جن کے مطابق انسانیت کی حرمت کے باوجود اس جرم کے ارتکاب کی بنا پر اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔ ان ضابطوں کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے نسلی، قومی، جغرافیائی، مادی اور دینی بنیادوں سے ہٹ کر احترامِ انسانیت کا سبق دیا اور کسی بھی صورت میں خلاف قانون کسی انسان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان، یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی کوئی مہم روانہ فرماتے تو انہیں محاربین کے علاوہ کسی آدمی کو قتل کرنے کی اجازت نہ دیتے۔

چہرے پر مارنا

چہرہ چونکہ انسان کا سب سے زیادہ محترم مقام ہوتا ہے، لہٰذا! نبی کریم ﷺ نے اس کا احترام بھی جسم کے دیگر اعضا سے زیادہ کرنے کا حکم فرمایا، اس ضمن میں آپ کا یہ ارشاد ہے:

"نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ۔ (امام احمد) رسول اللہ ﷺ نے انسان کے

چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔''

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

''إِذَا قَاتَلُ أَحَدُ کُمْ فَلْيَجْتَنِبَ الْوَجْـهَ۔ (امام مسلم) جب باہم لڑائی جھگڑا ہو جائے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کیا جائے۔''

عہد رسالت سے پہلے بعض اوقات لوگ اپنے مخالفین اور دشمنوں کو قتل کرتے وقت نہایت اذیت ناک طریقوں سے قتل کرتے جن میں ایک طریقہ مثلہ کا طریقہ تھا، اس میں ایک ہی بار کسی شخص کو قتل کرنے کی بجائے مختلف اعضا، کاٹ کاٹ کر چھوڑ دیا جاتا پھر اس اذیت سے وہ انسان مرجاتا یا اسے ایسے قتل کیا جاتا، اس طریقہ کو بھی حضور اقدس ﷺ نے احترام انسانیت کے خلاف قرار دیتے ہوئے اس کی ممانعت فرمائی، مسند احمد میں ہے:

''نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُثْلَـةِ۔ (مسند احمد) رسول اللہ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا۔''

مردہ انسان کا احترام

زندہ انسان کی تو ہر کوئی قدر بھی کرتا ہے اور احترام بھی لیکن مردہ انسان کے بارے بالعموم یہ تصور ہوتا ہے کہ اس کا احترام کیوں کیا جائے وہ کون سا دیکھتا ہے اسے تکلیف دینے سے کون سی تکلیف ہوتی ہے اور اس کے احترام میں کیا فرق آتا ہے، رسول کریم ﷺ نے اس تصور کی بھی کلیتاً نفی فرمائی اور مردہ انسان کا بھی اس حوالے سے اسی طرح احترام کرنے کا حکم فرمایا جیسے کسی زندہ کا کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ مِثْلُ كَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ۔ (صحیح مسلم) میت کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسے کسی زندہ انسان کی ہڈی کو توڑنا۔''

قبر میں مدفون انسان کا احترام رسول کریم ﷺ نے نہ صرف زندہ انسانوں کے احترام کا حکم دیا بلکہ آپ نے قبر میں مدفون انسانوں کا بھی احترام کرنے کا حکم فرمایا، مردہ انسانوں کے احترام کی صورت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ ان کی قبور پر نہ بیٹھا جائے، صحیح مسلم میں روایت ہے:

''لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُـورِ۔ (صحیح مسلم) قبروں پر نہ بیٹھا جائے۔''

ایک اور حدیث میں آپ نے قبروں پر بیٹھنے کی وعید ان الفاظ میں فرمائی:

''لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُ كُمْ عَلَى جَمْـرَةٍ فَتُحْـرِقُ ثِيَابَـهُ فَتَخْلِصُ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ۔ (امام مسلم) کسی شخص کا کسی چنگاری پر بیٹھنا اس سے اس کے کپڑے جلنا اور اس کا اس کی جلد تک پہنچنا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔''

عیادت مریض

زرتشت مذہب میں بیمار انسان کسی شفقت کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ قابل نفرت ہو جاتا ہے کیونکہ بیماری اس بات کی علامت ہے کہ اس پر بری قوت نے قابو پالیا ہے، اس تصور کو اللہ کے رسول ﷺ نے احترام انسانیت کے خلاف قرار دیا اور اس کے برعکس حضور اقدس ﷺ نے عیادت مریض کو انتہائی مستحسن فعل قرار دیا اور آپ بذات خود بلاتفریق مذہب محض انسانیت کے ناطے سے مریضوں کی عیادت فرماتے۔ عیادت مریض سے متعلق سیدنا موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عُودُ الْمَرِيضَ'' (بخاری) مریض کی عیادت کرو۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کرنے والے کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں انسان کے مریض ہونے کو اللہ تعالیٰ نے خود کا مریض ہونا اور انسان کی عیادت کو اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ (مسلم) اس سے بڑھ کر انسانیت کا احترام اور کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی کے بیمار ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنا بیمار ہونا اور اس کی تیمارداری کو اپنی تیمارداری قرار دے۔

غلام اور آزاد میں عدم تفریق

بعثت نبوی ﷺ کے وقت غلام کسی بھی تکریم کے مستحق نہ

تھے۔ نہ ان کا معاشرتی وقار تھا نہ انہیں کوئی اہم ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد جب مؤذن کے تقرر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس وقت حضور اقدس ﷺ نے غلام و آزاد کی تفریق کے بغیر اور تکریم انسانیت کی بنیاد پر یہ اہم ذمہ داری سیدنا بلال رضی اللہ عنہ (جو کہ ایک حبشی غلام تھے) کو سونپ دی۔ آپ ﷺ کی اس تقرری پر کفار نے کہا تھا:

''مَا وَجَدَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ هَذَا الْغُرَابِ الأَسْوَدِ مُؤَذِّنًا۔

(ضیاء النبی، جلد 4/صفحہ 477) محمد (ﷺ) کے پاس اس کالے کوے کے علاوہ کوئی مؤذن نہیں۔ کفار کے اس طعن کے باوجود سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے موذن کے منصب پر قائم رکھا۔''

امیر وغریب کا فرق

ہر معاشرے میں انسان کا احترام اس کی معاشی حالت کی بنا پر کیا جاتا رہا اور آج بھی کیا جاتا ہے، لیکن رسول کریم کی سیرتِ طیبہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ انسان کا احترام محض انسان ہونے کے ناطے سے کرتے نہ کہ امیر اور دولت مند ہونے کے ناطے سے۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے ایک شخص سے مصافحہ فرمایا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ پھٹے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا ان ہاتھوں کو کیا ہوا؟۔ تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) میں ان ہاتھوں سے کام کرتا ہوں جس کی وجہ سے یہ پھٹ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان ہاتھوں کو چوما اور فرمایا ان ہاتھوں کو آگ نہیں چھوئے گی۔ (اسد الغابہ:78)

ان تمام روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پوری دنیا کو احترام انسانیت کا وہ سبق دیا جس سے دنیا کے تمام بانیان مذاہب کلیتاً خاموش ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی انسانیت کا احترام یا تو نسلی بنیادوں پر ہوتا ہے یا رنگ اور نسل کی بنیاد پر، کہیں دولت کی بنیاد پر انسان کی عزت کی جاتی ہے کہیں جغرافیائی لحاظ سے۔ امریکہ کے میم فس شہر میں کتنے ایسے گرجا گھر ہیں جن کے صدر دروازوں سے کالے افراد کو گزرنے کی اجازت نہیں ان کے لئے الگ دروازے بنائے گئے ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کا احترام انسان ہونے کے ناطے سے کیا جائے تا کہ ہر انسان عزت سے اپنی زندگی بسر کرے۔ عزت کی زندگی گزارنے کی بنا پر انسان معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے جس سے نہ صرف اس کو فائدہ ہوگا بلکہ پوری انسانیت اس سے مستفید ہوگی۔

امسال 1500 ویں یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ پر عہد کریں کہ معاشرے سے امیری وغریبی، ذات پات، رنگ و نسل، اونچ نیچ کی روایت کا سد باب کریں گے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا: اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارے باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہیں، سن لو کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے۔ (اس طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے مساوات اسلام کا علم بلند فرمایا:)

اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے، بیشک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ سنو! میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا (سود بیاج) کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ یہ سب کا سب معاف ہے۔

زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ حضرت عبد المطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے

ہاں شیر خوار بچہ تھا اور قبیلہ ہزیل نے اس کو قتل کر دیا۔ اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔ جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی الحجہ، ذی القعدہ، محرم الحرام، رجب المرجب) ان مہینوں میں جنگ وجدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمے حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کر دو۔ انہیں بطورِ سزا تم مار بھی سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورد ونوش کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو، بے شک میں نے اللہ کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے نبی کی سنت۔ اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لے۔

پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا، جان لو کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد وعناد نہیں کرتے، کسی عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا، حاکم وقت کو از راہِ خیر خواہی نصیحت کرنا، مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اور بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو، ان کے علاوہ ہیں، جس کی نیت طلب دنیا کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے فقر وافلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدنی منتشر ہو جاتی ہے اور اس کو اس سے اتنا ہی حاصل ہوتا ہے جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔

بسا اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہے وہ خود فقہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقہ ہوتا ہے۔ تمہارے غلام جو تم کھاتے ہو ان سے ان کو کھلاؤ، جو تم خود پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ، اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو، اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو، میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی بار دہرایا کہ یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ حضور پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں) اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے، بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کے لئے پتھر۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال نہ قبول کرے گا جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو، عطیہ ضرور واپس ہونا چاہیے اور قرض لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم وابوداؤد)

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے بقیہ ص ۱۳۱ / پر

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت ماحی کفر وضلالت

بت شکن آیا یہ کہہ کر منھ کے بل بت گر پڑے
جھوم کر کہتا تھا کعبہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ جل جلالہ، وحدہٗ لا شریک لہٗ نے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، ماحیِ کفریاتِ کافرین و بددین، حضور پُرنور، سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عرب کی سرزمین پر مبعوث فرمایا تو ہر طرف کفر وشرک کا دور دورہ تھا، لوگ لات، عزیٰ سمیت بے شمار بتوں کو پوجتے تھے، حضور کی تشریف آوری کے ساتھ ہی وہ باطل معبود منہ کے بل گر پڑے، گویا یہ اعلان عام ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے ہیں اور اب دین اسلام کا غلبہ ہر طرف ظاہر ہو کر رہے گا، چنانچہ اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

’’وَالَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا - {سورۃ الفتح آیت ۲۸} ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ! اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب فرمایا اور بے شک اللہ جل وعلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بطور شاہد کافی ہے۔‘‘

[مدارک التنزیل، تحتِ آیتِ مذکور]

نیز اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

’’یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِــٴُـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ- {سورۃ الصف، آیت ۸} ترجمۂ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے موٗنھوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے بُرا مانیں کافر۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں دین اسلام کو غالب فرمائے گا، اگرچہ کفار اس کو ناپسند کریں۔‘‘ [تفسیر خازن، تحت آیت مذکور]

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے:

’’حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ- (رقم الحدیث: ۳۵۳۲) ترجمۂ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی وہ کہ جس کے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں یعنی وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔‘‘ [تخریج حدیث: اجلّہ ائمہ بخاری و مسلم وترمذی ونسائی وامام مالک وامام احمد وابوداؤد طیالسی وابن سعد وطبرانی وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی]

بخاری شریف کی حدیث مذکور سے بالکل واضح ہے کہ حضور پُرنور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر وشرک کو مٹانے والے بن کر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی دعوت، تبلیغ اور سعیِ مسلسل کا نتیجہ ہے کہ اسلام عرب کے ریگ زاروں سے نکل کر آج ساری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راہِ حق میں بے شمار مصائب وتکالیف برداشت کرنا پڑیں، جن میں واقعۂ طائف خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہاں تک کہ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! بنو ثقیف کے لیے دعائے ضرر فرمایئے! مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم،

جو رحمۃ للعالمین ہیں، نے اس کے برخلاف دعائے خیر فرمائی کہ اے اللہ بنو ثقیف کو ہدایت عطا فرما! جیسا کہ سنن ترمذی شریف کی حدیث میں ہے:

’’قالوا: يا رسولَ اللهِ ! أَحْرَقَتْنا نِبالُ ثَقِيفٍ، فادْعُ اللهَ عليهم. فقال: اللهم اهْدِ ثَقِيفًا۔‘‘

{رقم الحدیث:۳۹۴۲}

یہ دعا قبول ہوئی، بنو ثقیف نے باہمی مشورے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر لی اور اپنا ایک وفد کنانہ بن عبد یا لیل کی قیادت میں مدینہ منورہ، بارگاہِ رسالت میں روانہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجدِ نبوی شریف ہی میں خیمہ نصب کر کے قیام کرنے کا حکم فرمایا، تا کہ وہ قرآن کی تلاوت سنیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھیں۔ یہ وفد کئی دن تک مسجدِ نبوی میں ٹھہرا رہا اور وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ خود مختارِ کائنات ﷺ بھی ان کے پاس تشریف لے جاتے اور نہایت حکمت اور نرمی سے دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ {سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۲۴}

ابن سعد نے روایت کیا کہ حضور ﷺ ہر رات نمازِ عشا کے بعد تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ان سے گفتگو فرماتے، حتیٰ کہ کبھی آپ تھکاوٹ کی وجہ سے ایک قدم پر بوجھ ڈالتے اور کبھی دوسرے پر۔ [طبقات ابن سعد، جلد ۲ ص ۷۸]

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب ’’مغازی‘‘ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی اسی وفد میں شامل تھے اور سب سے کم عمر تھے۔ وفد کے لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جاتے تو انھیں خیمے میں چھوڑ جاتے، لیکن جب یہ لوگ دوپہر میں قیلولہ کرنے کے لیے واپس آتے تو عثمان بن ابو العاص چپکے سے نکل کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، قرآن سیکھتے اور دین کے متعلق بار بار سوالات کرتے۔

یہاں تک کہ آپ نے دین میں کافی سمجھ حاصل کر لی، جب حضور ﷺ محو استراحت ہوتے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کرتے، وہ یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں سے مخفی رکھتے، ان کی اسی محنت اور خلوص کی بدولت حضور ﷺ ان سے خوش ہوئے اور ان پر خاص عنایت فرمانے لگے۔

رفتہ رفتہ دین اسلام قبیلۂ ثقیف کے دلوں میں اُتر گیا، وفد کے سردار کنانہ بن عبد یا لیل نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: زنا کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ ہم بکثرت سفر کرتے ہیں، اس لیے یہ ضرورت بن چکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تم پر حرام ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ - {بنی اسرائیل: ۳۲} ترجمۂ کنز الایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ! بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔

پھر سود کے بارے میں پوچھا حضور نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ {سورۃ البقرہ آیت ۲۷۸} ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

اسی طرح شراب کے متعلق دریافت کیا، حضور ﷺ نے فرمایا شراب حرام ہے اور پھر حرمت شراب کی آیت تلاوت فرمائی پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم سے نماز معاف کر دیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: لا خير في دين بلا صلوٰة۔ یعنی نماز کے بغیر دین میں کوئی بھلائی نہیں۔

بعد ازاں وہ سب مشورہ کر کے واپس آئے اور حضور ﷺ کی تمام باتیں مان لیں، سوائے اس کے کہ ان کا بت ’’لات‘‘ تین سال تک نہ گرایا جائے، حضور ﷺ نے انکار فرمایا، وہ مہلت کو ایک سال کر کے کم کرتے رہے، حتیٰ کہ جب یہ لوگ اپنے علاقے میں پہنچے تو ایک ماہ کا مطالبہ کیا، لیکن حضور نے قلیل مدت کی مہلت بھی دینے سے انکار فرما دیا۔

ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ یہ مہلت اس لیے مانگتے تھے تا کہ اپنی قوم کے جاہل، عورتوں اور بچوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں اور انھیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ لوگ بگڑ ہی نہ جائیں، ان کا ارادہ تھا کہ جب ایمان دلوں میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے، تب بت کو گرایا جائے پھر انہوں نے بقیہ ص ۱۲ ار پر

از: محمد قمر الزماں رضوی*

اخلاقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معاشرے میں چراغ اخوت ومحبت جلانے کا بہترین ہنر

اسلامیات

اللہ ربّ العزت نے اپنے پیارے محبوب، باعث تخلیق کائنات نبیِّ آخر الزماں ﷺ کو اس روئے زمین پر تمام انسانیت کے لیے رشد وہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے، حضور نبیِّ کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ، آپ کی حیاتِ مبارکہ، آپ کے کردار و گفتار، آپ کے اخلاق کریمانہ قرآن مجید کی تعلیمات کا اہم ترین حصہ اور عملی نمونہ ہیں، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جو بلند اخلاق وکردار کے نقوش چھوڑے وہ تمام دنیائے انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں، آپ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی بے مثال و بے نظیر تھے، اپنے تو اپنے غیروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے، اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ نہ ہوتے اور نہ ہی انتقال لیتے، امیروں اور غریبوں سب کے ساتھ برابری کا معاملہ فرماتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ونرمی کرنے کی ترغیب دلاتے، عاجزی وانکساری کا یہ عالم کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے، آپ کے دن رات کے معمولات اور آپ کی ذات و صفات کی ہر ہر ادا اپنے دامن میں اخلاق مصطفیٰ ﷺ کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے۔

اخلاق مصطفیٰ ﷺ کی تربیت ہی معاشرے میں چراغ جلانے کا ہنر رکھتی ہے، جس کے ذریعے معاشرے میں پنپنے والی نفرتوں، عداوتوں اور بہت ساری برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اتنے عظیم الشان تھے کہ خود ربّ کائنات آپ کے اخلاق مبارکہ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ: ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔'' (سورۃ القلم:4)

ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبیِّ کریم ﷺ اخلاق کے متعلق پوچھا گیا آپ بیان فرماتی ہیں؛

حضرت سعد بن ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے دریافت کیا: اے اُمُّ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، مجھے رسولُ اللّٰہ ﷺ کے اَخلاق کے بارے میں بتائیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسولُ اللّٰہ ﷺ کا خُلُق قرآن ہی تو ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۳۷۴، الحدیث: ۱۳۹)

علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ محاسن اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے، یعنی حِلم وعَفْو، رحم وکرم، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، عدم تشدُّد، شجاعت، ایفاءِ عہد، حسنِ معاملہ، صبر وقناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلّفی، تواضع وانکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ ﷺ فائز وسرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ'' یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ ﷺ کے اَخلاق تھے۔ (سیرت مصطفےٰ، ص ۶۰۰)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: رسولِ کریم ﷺ کا اَخلاق تمام اَخلاقی اچھائیوں کا جامع ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا شکر، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خُلّت، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اخلاص، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وعدے کی سچائی، حضرت یعقوب اور حضرت ایوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا صبر، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا

*مضمون نگار جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف کے طالب علم ہیں۔

اسلامیات

عذر، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عاجزی اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَخلاق عطا فرمائے اور یہ وہ مقام ہے جو تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے صرف سیّدُ المرسَلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔

(روح البیان، ن، تحت الآیۃ: ۴، ۱۰/ ۱۰۶)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ ترجمۂ کنز الایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔'' (سورۃ آل عمران 159)

اس آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں اس درجہ لُطف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن کس قدر اَذِیّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جاتے۔ تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرما دے دیتا۔

تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تورات و انجیل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: میں نے جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم دیکھ سکوں، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، کہ دیہاتی جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور مُعَیَّن مقدار میں کھجوریں تمہیں بیچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس ﷺ کو دے دیا اور آپ ﷺ نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا ”یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ ﷺ کا دامنِ اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔

اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ ﷺ سے ایسی بات اور ایسی حرکت کررہے ہو! اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم ﷺ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول کریم ﷺ پرسکون انداز میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا ”ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تم اسے اس کا حق دے دو اور بیس صاع کھجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دینا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے زیادہ کھجوریں دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مجھے زیادہ کھجوریں کیوں دی جارہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کھجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”نہیں، میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعنہ ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”پھر تم نے رسول اللہ ﷺ کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پرنور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ ﷺ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ ﷺ میں پالی ہیں، تو اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ گواہ ہوجائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہوجائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال تاجدار رسالت ﷺ کی امت پر صدقہ کردیا۔ پھر حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفٰے ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (مستدرک، ۴/ ۷۹۲، الحدیث: ۶۶۰۶)

آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ تاجدار رسالت حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کس قدر ارفع واعلیٰ ہیں، یہ تو صرف آپ ﷺ کے اخلاق مبارکہ کی ایک جھلک ہے، کہ ایک یہودی شخص سے آپ ﷺ نے انتہائی درجے کی نرمی ولطافت کا معاملہ فرمایا اور وہ شخص آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہوگئے، ایسے بے شمار واقعات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے اور جو آپ ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ کے ذریعے معاشرے میں چراغ روشن کیے، اللہ عزوجل ہمیں بھی اس روشنی کا حصہ نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

از: محمد تحسین رضا نوری*

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید رسومات

ماہِ ربیع النور شریف ایک ایسا مہینہ ہے جس کو افضل الشہور کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیوں کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں وجہ تخلیق کائنات، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آخری نبی، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں دنیا بھر میں عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ آپ کی آمد کی خوشی مناتے ہیں اور بڑے پیمانے پر لنگر و نیاز، جلسہ و جلوس، قرآن خوانی ومحفل درود وسلام وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جو کہ کارِ ثواب اور عمل مستحب ہے۔

لیکن یہ سارے اعمال تب تک ہی فائدے مند ہیں جب تک اُنہیں شریعت کے دائرے میں رہ کر انجام دیا جائے اور جب ان کاموں میں غیر شرعی رسومات کا اختلاط ہو جاتا ہے، تو بجائے ثواب کے مستحقِ گناہ ہونے کے چانسز بڑھ جاتے ہیں، محترم قارئین! اس تحریر کا مقصد لمبی چوڑی گفتگو کرنا نہیں بلکہ چند حقائق سے پردہ اٹھانا ہے۔

گذشتہ سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر کچھ ایسے نامناسب اعمال وجود میں آئے جنہیں دیکھ کر نہایت تکلیف ہوئی، کیوں کہ جدت پسند افراد نے مستی ومزے کے نشے میں ثواب کی نیت سے کیے جانے والے اعمال کو جدید خرافات ورسومات کے دلدل میں لا کر پھنسا دیا، اور اُن کی قبیح خواہشات کی وجہ سے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب اعمال خیر اعمال شر کی صورت اختیار کر گئے۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ بہت ساری ویڈیوز دیکھنے کو ملیں، جس میں نوجوان لڑکے جلوس میلاد کے نام پر قوالی اور نعتوں کی دھن پر تھرکتے نظر آئے، جھنڈوں کو لہرا کر ناچ کود کر اپنی محبت کا ثبوت دیا گیا۔ فیسبک پر ایک ویڈیو نظر سے گزری جس میں عوام نے ایک عظیم قدوقامت، موٹے تازے آدمی کو "جن" بنا کر اسٹیج پر بٹھا دیا، بیک اسٹیج پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا سا پوسٹر لگا تھا مزید اوپر سے ڈی جے کی آواز اور ہر چہار جانب مرد وزن کی بھیڑ بغرض زیارت وہاں موجود تھی۔

اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر گیارہویں کی شب میں پوری رات ڈی جے بجا کر جھنڈے لہرائے گئے، مزید بعض مقامات پر جلوس محمدی کو اس قدر بڑھاوا دیا جاتا ہے کہ جلوس محمدی میلے کی صورت اختیار کر گیا، طرح طرح کی مزاریں، ٹرینیں، کشتیاں، نقشۂ مزارِ امام عالی مقام اور ذوالفقار حیدری جیسی کثیر چیزیں بنا کر جلوس میں ساتھ ساتھ لے کر چلا جاتا ہے۔

پھر یہ سارے تبرکات شام میں مغرب کے بعد چوراہوں اور گلیوں کے نکڑ پر رکھ کر روڈ جام کر دیا جاتا ہے، ہر محلہ سے 20، 20 عورتوں کا گروہ بن سنور کر زیارت کے لیے نکلتا ہے، یہ زیارت گاہ فتنے کے اڈے سے کم نہیں ہوتی جہاں مرد وزن کا اختلاط عام ہو جاتا ہے، بعض عاشق ومعشوق کی ملاقاتیں آسان ہو جاتی ہیں، کھلم کھلا عیاشی ومکاری اور چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے اور یہ رات بھی پوری اسی طرح ہلڑ بازی میں گزر جاتی ہے اور یہ سارے الٹے سیدھے کام کرنے والے لوگ سینے پر غلامِ مصطفیٰ کا ٹائٹل لگائے گھومتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اس طرح کی نازیبا حرکتوں سے، اگر ان خرافات کا سد باب نہیں کیا گیا تو ماہ محرم الحرام کی طرح ربیع الاوّل بھی مرکز خرافات وخواہشات بن جائے گا، جلوس و میلاد کی باگ ڈور جب سے علما کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نوجوانانِ کمیٹی کے ہاتھوں میں آئی ہے تب سے یہ خرابیاں وجود میں آنے لگیں، لہٰذا علماء کرام کو چاہیے کہ جلد از جلد اس کو روکیں اور جلوس ومیلاد کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لیں، تاکہ ان مبارک اعمال کا تقدس باقی رہے اور ربیع الاوّل قدیم طور طریقے پر منایا جائے، ہر کام اس کی معینہ حدود میں رہ کر کیا جائے، مصنوعی ٹرین و ہوائی جہاز اور نقوشِ مزارات بنانے سے روکا جائے تاکہ فضول اصراف نہ ہو، وہ رقم جوان سب چیزوں میں خرچ کی جاتی ہے۔

* مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام پر سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف جگہوں پر چھوٹے چھوٹے جلسے منعقد کیے جائیں اور عوام کو حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی کے متعلق درس دیا جائے، جس سے اُن کی زندگی روشن و تابناک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلط کاموں سے محفوظ رکھے اور ہم سے وہی کام لے جس سے تو اور تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں۔ ؎

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

◆◆◆

ص ۲۵ / کا بقیہ..........

عاقل کے نزدیک بھی اہم اور کار خیر میں شمار ہوگا۔

ہم سب کو یہ چاہئے کہ ہم اس پاکیزہ مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جشن بہت ذوق وشوق سے منائیں کہ جشن مبارک دین کی خدمت انجام دینے کا ایک بہتر ذریعہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جو عین ایمان ہے۔ اُن کے فضائل شریفہ، ان کی صفات منیفہ کے ذکر سے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت بڑھنے کا ذریعہ ہے، مولائے کریم عزوجل نے اسی مصلحت کے لئے ہی حکم فرمایا: ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ- حضور کی ولادت اس وقت کے دن کی تذکیر یقیناً اس حکم کی تعمیل ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر معاشرہ میں لوگوں نے کچھ دن مقرر کئے ہیں جن میں وہ اپنی گزری ہوئی یادوں کو تازہ کرتے ہیں اور ان کے اسلاف نے جو ان کے طور پر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، اُن کی یاد تازہ کرتے ہیں، اُن کو دوسری قوموں کے سامنے رکھتے ہیں، تو ہمارے اس جشن مبارک کا منانا تو ہر ادنیٰ عقل والے کے نزدیک بھی جائز ہی نہیں نہایت اہم ہوگا، ہمارا مقصد نہایت پاکیزہ ہے، ہم کو کسی تعصب کا اظہار یا دوسری قوموں کے مقابل میں ذرہ برابر فخر کا مظاہرہ مقصود نہیں بلکہ ہمارا مقصد ہے کہ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے احساس کو بیدار کیا جائے، ان کو اسلام کے سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش کی جائے، ان میں دین داری کی روح پھونکی جائے۔ کیا اس پاکیزہ مقصد کے باوجود بھی یہ جشن حرام یا مکروہ و بدعت میں شمار ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

آج جبکہ ہر طرف مادیت کے گھرے بادل چھائے ہوئے ہیں، ایسے پرآشوب زمانہ میں ہمارا ان روح پرور تقریبات سے اجتناب کرنا گھنونی مادیت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کے مترادف ہوگا، اگر اس پرآشوب زمانہ میں روحانی زندگی گزارنی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان مبارک تقریبات کو نہ بھولیں بلکہ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے گاہے گاہے ان تقریبات کو مناتے رہیں، جو لوگ ان تقریبات کے منانے سے منع کرتے ہیں اس وہم سے کہ یہ تقریبات اسلامیات سے نہیں، اُن کا یہ نظریہ ہرگز قابل تسلیم نہیں، اُن کی آواز پر لبیک کہنا ایک ''عظیم نعمت'' کو ٹھکرا دینے کے مرادف ہوگا۔

اس لئے کہ یہی تقریبات گاہے گاہے ہمارے دینی شعور کو بیدار کرتی ہیں، ہم کو اعمال صالحہ میں کوتاہی کا احساس دلاتی ہیں، عوام کو احکام شریعت سے آشنا کرنے کا بہتر ذریعہ ہیں، ایسی صورت میں اگر ہم ان تقریبات سے اجتناب کرنے لگیں تو بیچارے عوام کا کیا ہوگا، جب تک یہ جشن مبارک اس پاکیزہ مقصد کے تحت منایا جاتا رہے گا اُس وقت تک اس کی اہمیت میں ذرہ برابر کسی ادنیٰ سی عقل والے کو انکار نہیں ہوسکتا۔

ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے امام شاطبی، امام جلال الدین، امام جزری وغیرہ ائمہ وعلما کے کلام سے مستفاد ہے۔ وہابیہ کے مستند فاکہانی نے جو کچھ کہا ہے اس کی یا جو عوام کو اس اہم کار خیر سے مانع ہوتا ہے اس کی مکاری ہر سمجھ دار پر کھل گئی اور ان باطل باتوں کی کسی عامی کے نزدیک بھی کوئی وقعت نہ رہی۔

ص ۵۱ / کا بقیہ..........

ہے تمنائے نعیم قادری
خواب میں کر لے زیارت آپ کی
پوری ہو اس کی تمنائے دلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی ﷺ

یا نبی اتنا کرم فرمایئے
اپنا روضہ مجھ کو بھی دکھلایئے
کہہ رہا ہے آپ کا ہر امتی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی ﷺ

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

سینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

توبہ واستغفار کی کثرت، حضور کا معمول

حدیث شریف: حضرت سعید ابن ابی بردہ، اپنے دادا سے (بتوسط والد صاحب) راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انی لأستغفر الله و أتوب اليه فى اليوم مائة مرة۔ (ترجمہ) بے شک میں البتہ دن بھر میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار وتوبہ کرتا ہوں۔

حدیث شریف: اور ایک دوسری خبر میں یہ مضمون اس طرح وارد ہے، فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرتے رہو کہ میں بھی روزانہ اللہ کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اتنی توبہ واستغفار کریں حالانکہ حضور کو تو (معصوم ہونے کے باوجود) مغفوری ما تقدم وما تأخر کا مژدہ مل چکا تو جس کو اپنا حال وانجام معلوم نہ ہو کہ میری مغفرت ہوگی یا نہیں وہ کیونکر ہمہ وقت اللہ سے توبہ نہیں کرے گا اور کیسے اپنی زبان کو ہمیشہ استغفار میں مصروف نہیں رکھے گا؟ (مصنف علیہ الرحمہ آگے لکھتے ہیں:)...

گناہوں کی تقدیم اور توبہ کی تاخیر، خطرہ عظیم

تفسیری روایت:......اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ {بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ} [سورۂ قیامۃ:۵] کی تفسیر میں مروی ہے۔ فرمایا: مراد یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو آگے بھیجتا اور توبہ کو پیچھے ہٹاتا رہتا ہے (یہاں تک ٹالتا) کہتا رہتا ہے کہ عنقریب توبہ کرلوں گا (کل کرلوں گا، پرسوں کرلوں گا، وغیرہ) نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اسی موجودہ (حالت شر) پر موت آجاتی ہے اور بلا توبہ مرجاتا ہے۔

توبہ میں یا کسی نیک کام میں ٹال مٹول کا انجام؟

حدیث شریف: اور حضرت جریر بطریق امام ضحاک (علیہ الرحمہ) حضرت ابن عباس ہی سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: هلك المُسَوِّفُون۔ آج کا کام کل پر ٹال دینے والے ہلاک ہوئے۔ (مصنف نے وضاحت کی کہ) ''مسوِّف'' وہ ہے جو کہتا ہے (مثلاً) ''سوف اتوب'' میں توبہ ابھی عنقریب کر لوں گا۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ ہر وقت اللہ سے توبہ کرتا رہے اس کی طرف رجوع کئے رہے تاکہ اسے موت اس حالت میں آئے کہ تائب ہو، یہ اس لئے ہے (کہ موت کا وقت بندے کو معلوم نہیں ہے اور) اللہ تعالیٰ (ہر وقت، قبل موت تک) بندہ کی توبہ قبول فرمانے والا ہے کہ اس نے خود خبر دی۔

فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِيۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ۔ (ترجمہ) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔ [سورۂ شوریٰ-۲۵/کنز الایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مطلب یہ ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتے ہیں تو وہ انکی برائیوں سے درگذر فرماتا ہے۔

نچوڑ: (آگے فرماتے ہیں) تو معلوم ہوا کہ توبہ نام ہے اس بات کا کہ بندہ اعتراف گناہ کے ساتھ اپنے گناہ پر دل سے نادم ہو اور زبان سے مغفرت ومعافی مانگے اور عزم کرے کہ آئندہ اس کی طرف کبھی نہیں پلٹے گا۔

مخلصانہ توبہ واستغفار میں سب گناہوں کا ازالہ

ایک ماثور استغفار: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ نے (حدیث نبوی کی روشنی میں) فرمایا: جس نے تین بار یہ استغفار پڑھا اس کے گناہ سب کے سب بخش دیئے گئے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

.... جاری

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

منظومات

پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از: قاری نعیم الدین قادری گلاب پوری، بارہ بنکی یوپی

آمد سرکار کی آئی گھڑی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ
قمقموں سے سج گئی ہر اک گلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

بزمِ میلاد النبی سجنے لگی
نعت خوانی ہر طرف ہونے لگی
بارہویں تاریخ بھی آ ہی گئی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

نورِ رب سے ہر سو پھیلی روشنی
فضل مولیٰ سے مرے سرکار کی
صبح صادق میں ہوئی جلوہ گری
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

جھوم کر پڑھنے لگا کعبہ سلام
جب ہوئی ہے بعثتِ خیر الانام
قمریوں نے بھی پڑھی نعت نبی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

نورِ احمد سے اجالا ہو گیا
ظلم کا تاریک اندھیرا چھنٹ گیا
بیٹیوں نے بھی منائیں ہیں خوشی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

ساری عیدوں سے بڑی یہ عید ہے
اس کے صدقے میں ملی ہر عید ہے
یہ خوشی ہے ساری خوشیوں سے بڑی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

تذکرہ کرتے رہو صبح و مسا
پھر لبوں پہ لائیے صل علیٰ
کھل اٹھے گی آپ کے دل کی کلی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

اپنے گھر پہ جھنڈیاں لگوائیے
اور محلہ، مسجدیں سجوائیے
اس طرح سے کیجے اظہارِ خوشی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

مرتبہ کیا پوچھیے اس شہر کا
جو تھا یثرب ہو گیا دار الشفا
ہے یہ برکت آمدِ سرکار کی
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

میں پریشاں ہوں بہت شاہِ عرب
ملتجی ہوں میں بصد شوقِ ادب
دور کردیں سب پریشانی مری
پندرہ سو سالہ ہے میلاد النبیﷺ

بقیہ ص۵۱ر پر

ان کی آمد ہی خوشیوں کی بنیاد ہے

(از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

ان کی آمد ہی خوشیوں کی بنیاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

آج محبوب ربّ العلیٰ آ گئے
آمنہ بی کے گھر مصطفیٰ آ گئے
بن کے وہ رحمت کبریا آ گئے
اب یہ سارا جہاں غم سے آزاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

ان کی آمد کی خوشیاں منائیں گے ہم
گل محبت کے ہر سو کھلائیں گے ہم
پیار کرنا جہاں کو سکھائیں گے ہم
مصطفیٰ جان رحمت کا ارشاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

ہر طرف نور و نکہت کی برسات ہے
دن منور تو روشن ہر اک رات ہے
آمد مصطفیٰ کی یہ سوغات ہے
منگتو! آؤ یہ در بہر امداد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشن میلاد ہے

بقیہ ص۵۴ر پر

طلبائے جامعۃ الرضا کے علمی خدمات

از: محمد انس رضا حامدی، طالب علم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

آج کا انسان تیز رفتار زندگی میں مصروف ہے، سوشل میڈیا کے شور اور مصروفیات کے ہجوم میں مطالعہ کا ذوق کم ہوتا جا رہا ہے، اسی بنا پر بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ "اب کتاب لکھنے کی کیا ضرورت؟ کوئی پڑھتا تو ہے نہیں" بلکہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ "اگر مفت میں بھی کتاب دو تو لوٹ تو مچ جائے گی مگر پڑھیں گے نہیں، بس رکھ دیں گے۔" ایسے خیالات بظاہر حقیقت پسندانہ لگتے ہیں، مگر درحقیقت یہ علم ودعوت کے فریضے سے روکنا ہے، علم دین کو عام کرنا حضرات انبیائے علیہم الصلوٰۃ السلام کا مشن رہا ہے اور یہ مشن آج بھی جاری ہے اور کتاب لکھنا اسی مشن کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔

تحریر کی اہمیت! قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن مجید خود ایک "کتاب" ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر لکھنے کی عظمت کو واضح فرمایا: نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ - (القلم: 1) قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔"

یہ آیتِ مبارکہ صرف "قلم" کی نہیں بلکہ تحریری علم کی عظمت کا اعلان ہے، حبیب کبریا، شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احادیث اور علم لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے پاس احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

لوگ پڑھتے نہیں

یہ بات درست ہے کہ ہر شخص کتاب پڑھنے والا نہیں، مگر دعوت، تبلیغ اور تعلیم کا دارومدار نتائج پر نہیں بلکہ نیت، کوشش اور پہنچانے پر ہے، قرآنِ کریم اعلان کرتا ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ - (الغاشیہ: 21) تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔"

یعنی ہدایت دینا ہمارا کام نہیں یہ اللہ رب کریم کا کام ہے، علم پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، حدیث شریف میں ہے: من دلّ على خير فله مثل أجر فاعله - (مسلم:1893) جو کسی کو نیکی کی طرف رہنمائی کرے، اسے اس عمل کا اجر ملتا ہے گویا اُس نے خود کیا ہو۔" اگر کوئی شخص آج نہ پڑھے مگر پانچ سال بعد اس کتاب کو کھول کر ہدایت پا جائے، یا کسی ایک کو بھی فائدہ ہو جائے، تو لکھنے والا قیامت تک صدقہ جاریہ کا مستحق بن سکتا ہے۔

کتاب لکھنا

صرف پڑھنے کے لیے نہیں، باقی رکھنے کے لیے بھی ہے۔ بعض لوگ کتاب فوراً نہیں پڑھتے، مگر وہ کتاب کبھی نہ کبھی کسی کے ہاتھ لگتی ہے، علم کبھی ضائع نہیں ہوتا، بڑوں نے کہا ہے: "علم محفوظ کرنا ہو تو دلوں میں یاد کرو اور باقی رکھنا ہو تو لکھ دو۔"

اسلامی تاریخ میں ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جو صدیوں بعد دریافت ہوئیں اور آج لاکھوں لوگوں کے ایمان کا ذریعہ بن گئیں، کتاب لکھنا ایک وقتی مشغلہ نہیں بلکہ عبادت، دعوت اور ابلاغِ دین کا مستقل ذریعہ ہے۔ یہ کہنا کہ "لوگ نہیں پڑھتے" اصل میں علم پھیلانے سے ہاتھ کھینچ لینا ہے اور دوسرے کو بھی اس کام سے روکنا ہے جو نہ قرآن کی تعلیم ہے، نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لہٰذا آج بھی، بلکہ آج کے فتنہ خیز دور میں زیادہ سے زیادہ قلم اٹھانے، علم لکھنے اور کتابیں تیار کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ وہ بیج ہے جو بظاہر زمین میں چھپ جاتا ہے، مگر کب، کہاں اور کس کے دل میں ایمان کا پھل دے جائے، یہ صرف اللہ جانتا ہے۔

جامعۃ الرضا کے قلمکاروں کو مبارکباد

الحمدللہ تعالیٰ! کافی سالوں سے یادگارِ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ جامعۃ الرضا، بریلی شریف سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی اپنی دستار کے موقع پر دعوت دینے کے لیے ایسا طریقہ اختیار کر رہے ہیں جو قیامت تک کے لیے مفید ہے، میں جامعۃ الرضا کے ہر ایک مؤلف، مصنف، مرتب، مترجم، کاتب کو تہ دل سے مبارکبادیاں پیش کرتا ہوں کہ وہ اللہ کے دین کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں اور صرف رضائے الٰہی کے لیے قلم چلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر کسی کے سینے کو تکبر سے محفوظ فرمائے اور خالص دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

تعلیمی سال 26-2025 کے کاتبین

یوں تو ہر سال فاضل حضرات اور مفتیانِ کرام کی کتابیں منظر عام پر آتی ہیں مگر رواں تعلیمی سال کی بات ہی الگ نظر آ رہی ہے، آپ سوچ رہے ہوں گے ایسا کیا الگ ہے تو ذرا غور فرمائیں کہ اس

بار جامعۃ الرضا کے فارغین کی کتابیں کس تعداد میں آ رہی ہیں، ہر فن کی کتابیں اس سال جامعۃ الرضا کے فارغین امت کو دے رہے ہیں، چاہے وہ سیرت ہو، شاعری ہو، تحقیق وتردید ہو، اصلاح امت ہو اور کتاب کی ضخامت تو سبحان اللہ تعالیٰ، آئیں اس سال کے چند فارغین کی کتابوں پر نظر کریں:

برکاتِ اصحاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جلد ثانی)

یہ کتاب اس سلسلہ کی اگلی کڑی ہے جس کا آغاز پچھلے سال یعنی تعلیمی سال 25-2024 میں کیا تھا۔ پہلی جلد میں 56/ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ تھا اور جلد ثانی میں 60/صحابۂ کرام اور 15/صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت کا تذکرہ ہے۔ کتاب 430/صفحات پر مشتمل ہے۔ سوال وجواب کی شکل میں میں نہایت سہل انداز میں صحابۂ کرام کی سیرت پڑھنے کے لیے لاجواب کتاب، اس کتاب کا مؤلف یہ فقیر قادری ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، آمین ثم آمین۔

مصابیح الاجلال فی تربیۃ الاطفال

برکاتِ تربیت: یہ رسالہ 170/صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اولاد کی تربیت کے ایسے گوشوں کو بیان کیا گیا ہے جن کو عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا، قران واحادیث اور اسلاف کرام کے اقوال کی روشنی میں تربیت کا طریقہ اس رسالہ میں موجود ہے، یہ امت کے لیے واقعی نایاب اور بہترین تحفہ ہے، اس کا مصنف یہ فقیر قادری ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

برکاتِ اصحاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جلد ثانی) اور برکاتِ تربیت کے حصول کے لیے آپ جامعۃ الرضا تشریف لا کر فقیر سے ملاقات فرمائیں، رابطہ: 8448032093

فارغ ہونے والے طلبا کی کتابیں

مہر بخشش

یہ کتاب اس ذات کی ہے جس نے بروقت اسلام کی عظمت پر حملہ کرنے والے کفار کو جواب دینے کے لیے ''بہتر حوریں'' نامی کتاب منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا، دعوت نامہ میں انہوں نے لوگوں کو کتاب نہیں بلکہ ایمان مضبوط کرنے کا سبب دیا، اس بہترین کاوش کے مصنف استاذ گرامی ومشیر من، حافظ وقاری مولانا مفتی محمد جسیم اکرم مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

تقریباً 450/سے زائد صفحات پر اپنے لکھے حمد باری تعالیٰ، نعت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومناقب وتعزیت کو جمع کر کے اپنی کتاب کا نام ''مہر بخشش'' رکھ کے منظر عام پر لا رہے ہیں، فن شاعری میں اتنی ضخیم کتاب، سبحان اللہ تعالیٰ! اس کتاب پر مکمل تبصرہ ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے مضمون میں آپ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔

اربعین نکاح

یہ رسالہ کمال ہے، الحمدللہ تعالیٰ اس فقیر کو چند صفحات پڑھنے کا موقع بھی ملا ہے، نکاح کے متعلق ہر ایک پہلو کا واضح بیان موجود ہے، حقوق زوجین کو بھی رسالہ بیان کرتا ہے، اس کے مصنف بھی مصنفِ بہتر حوریں و بوستانِ رئیس العلماء ومہر بخشش مفتی محمد جسیم اکرم مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

کذاب کون؟

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک کتا بھونک رہا تھا۔ جاہلانہ باتیں بول کر عوام کو اپنے چنگل میں کرتا جا رہا تھا اور انسانی شکل میں شیطان کا چیلا بن کر شیطان کے ادھورے کاموں کو انجام دے رہا تھا۔ اس نے امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت سے اعتراضات کیے اور ہمارے جامعہ کے فارغ مولانا محمد عامر فضیل مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں اس کے الزامات کی تردید فرمائی۔

حلالہ وطلاقِ ثلاثہ کا شرعی وعقلی تجزیہ

یہ کتاب تو واقعی کمال ہے، میں دل سے چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کوئی قلم اٹھائے اور بھونکنے والے کفار کا منہ بند کر دے، واقعی اسلام کے ہر امر میں حکمتیں ہی حکمتیں ہیں بس اس کو سمجھنے کے لیے ہمارے پاس عقلیں نہیں، حلالہ کیا ہے، تین طلاق کا مسئلہ کیا ہے، یہ رسالہ تمام مسائل کو واضح کرے گا، بہر حال! مولانا مجتبیٰ رضا مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم چلایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

تجارت! سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں تجارت کی طرف مسلمانوں کا ذہن راغب کرنے کے لیے مولانا محمد ریحان مرکزی حفظہ اللہ

تعالیٰ نے یہ کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں تجارت پر بیان تو ہے ہی ساتھ ہی مصطفےٰ کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو تجارت فرمائی ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

رسوماتِ شادی شریعت کی نظر میں

مولانا محمد تنویر مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش شادی بیاہ میں ہونے والے فضول خرچی سے لوگوں کو بچائے گی اور غریبوں کے بہت کام آئے گی۔

بدگمانی کی مذمت قرآن واحادیث کی روشنی میں

اس انوکھے موضوع پر سیدی مولانا سید محمد تحسین صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے قلم اٹھایا ہے اور اصلاحِ امت کی سعی فرمائی ہے۔

فرضی مزارات کی تباہ کاریاں

مولانا محمد توصیف رضا مرکزی حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش بھی 107/ویں عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے موقع پر ان شاء اللہ تعالیٰ امت کو ملے گی، اس کے علاوہ کون سا ہیرا اپنی نایاب کوشش کو منظرِ عام پر پیش کرے گا یہ عرس رضوی کے وقت ہی معلوم چلے گا۔

واقعی کتاب لکھنا، مواد جمع کرنا، اس کو کمپوز کرانا، تصحیح کے لیے اساتذہ کی بارگاہ میں دینا، پھر واپس لے کر پھر تصحیح کرنا، پھر خود سات سے آٹھ مرتبہ پڑھنا، بعدہٗ فہرست وغیرہ جیسے دوسرے کام پورے کرانا، اس قدر ذمہ داریاں اپنے سروں پر لینا قابلِ تحسین ہے۔ ہر کوئی اس ذمہ داری کو اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا۔ میں تمام قلم کاروں کو دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ کریم ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

ہماری ذمہ داری

ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم تمام کاتبوں کی حوصلہ افزائی ضرور کریں، یہ تو پوری امت اور تمام طلبۂ جامعۃ الرضا کے لیے بالعموم اور جماعت کے ساتھیوں کے لیے بالخصوص قابلِ فخر بات ہوتی ہے کہ ان کے ہی ساتھیوں میں سے ایک ساتھی اپنی کتاب یا ایک تحریر امام اہلِ سنت کے مبارک عرس کے موقع پر امت کو دے رہا ہے۔

ہمیں ان تمام حضرات کی ضرور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے! اور ان کی لیے جزائے خیر کی دعا کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین ثم آمین یارب العلمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اللّٰہم اجعل أقلامنا نورًا وكلماتنا هداية ومؤلفاتنا صدقةً جاريةً إلى يوم الدين، آمين۔

◆◆◆

ص۵۱/کا بقیہ.........................

جو فلسطین پر ہو رہے ہیں ستم
جس سے مومن کے سینوں میں ہے کربِ غم
کر دیں بہرِ خدا اک نگاہ کرم
عاشقوں کے لبوں پر یہ فریاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشنِ میلاد ہے

جن کے آنے سے یثرب مدینہ ہوا
نورِ حق سے منور یہ سینہ ہوا
جن کی نسبت سے میں اک نگینہ ہوا
جن کے صدقے میں یہ دنیا آباد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشنِ میلاد ہے

کوئی بو بکر کوئی عمر ہو گیا
کوئی عثمان تو کوئی شیرِ خدا
ان کے عشاق ہیں غوث وخواجہ رضا
ان کی محفل سے ہر دل بہت شاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشنِ میلاد ہے

مفلسوں اور غریبوں کے کام آئے وہ
ظلم کی آندھیوں سے بھی ٹکرائے وہ
جس کا کوئی نہیں اس کو اپنائے وہ
جس کو بھی سیرتِ مصطفیٰ یاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشنِ میلاد ہے

آپ ایمان ہیں، جان ایمان بھی
سارے نبیوں، رسولوں کے سلطان بھی
آپ کے در کا نوکر ہے فرقان بھی
آپ کا عشق ایماں کی بنیاد ہے
پندرہ سو سالہ یہ جشنِ میلاد ہے

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
SEPTEMBER-2025
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.0
PER YEAR : ₹ 350.0
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareil
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Kh